برہان صریح و عمدۃ التنقیح
حصہ دوم

ولکل امة اجل اذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون

برہانِ صریح

در

اثبات وجودِ مہدی غیر از مسیح

یعنے

مہدی و مسیح دو شخص ہیں

ایک احمدی کے ساتھ مناظرہ

از

میر نظام کبریا از بمبئی

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر کارخانہ عزیزی پریس آگرہ میں چھپا

بعض علم دوست اشخاص کا طریقہ

ہے کہ تہواروں اور دیگر خوشی کے موقعوں
پر اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مفید اور
پاکیزہ کتابیں بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ اگر آپ کو
یہ طریقہ پسند ہے تو آپ پشت کتاب پر مندرجہ
کتابوں کی فہرست ملاحظہ کیجیے۔

دیباچہ

اسرار وجود جملہ بنہفتہ بماند — واں بگوہر لیس شریف ناسفتہ بماند
ہرکس بدلیل عقل چیزے گفتند — واں گفتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند

بمبئی سے عظیم الشان شہر کے ایک گوشہ میں بعض ارباب صفا کا ایک جلسہ اپنی اوقات فرصت میں مذہبی مسائل پر چہ میگوئیاں۔ مباحثے، مکالمے، کرنے کا خوگر ہو گیا تھا اس کے افراد بھی سب نہیں تو اکثر دینی علوم کے محصل تھے اس جلسے کے اوصاف میں یہ امر بڑے پائے کا تھا کہ باوجود مختلف المذہب افراد ہونے کے سخت سے سخت اختلاف پر بھی کبھی ترش روئی کی نوبت نہ آتی تھی اور حد تہذیب سے کبھی سُنی آگے نہ بڑھتا تھا۔ کبھی حنفی و اہلحدیث میں آمین بالجہر و رفع یدین پر متانت سے گفتگو ہوتی کبھی سُنی و شیعہ میں خلافت پر مہذب مکالمہ ہوتا سامعین عجب لطف اُٹھاتے تمام امور مختلفہ میں ان حضرات کے سینے روزانہ مشق بحث و مباحثہ سے گنجینہ دلائل ہو گئے تھے۔ مگر کچھ روز سے ایک

بنا مسئلہ زیر بحث تھا جسمیں یہ افراد جلسہ حریف مقابل سے برنہ آتے تھے اُسکی
مختصر تفصیل یہ ہے کہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت و مہدویت کے
ایک پیرو جو اس جماعت کے مبلغین شاطرین سے تھے یہاں وارد ہوئے اور شریک
جلسہ ہو کر حیات و ممات مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مسئلہ چھیڑ دیا ان صاحبوں کو
اس بحث میں کہاں غور و خوض حاصل تھا منجھے ہوئے حریف نے اپنے داؤ پیچ
سے اکھاڑا جیت لیا ہوتا مگر خلط مبحث کر گئے اور کہیں لفظی بحث پر اڑ گئے اول دن
بہت سا وقت ٹال دیا اس سبب سے اللہ نے آبرو رکھ لی - دوسرا دن آیا -
احمدی صاحب کو مقابل کی طاقت کم معلوم ہوئی پھر آ دھمکے - اگرچہ آج تیاری
ادھر بھی خوب ہوئی تھی اور سب نے مل کر چھان بین خوب کی تھی مگر بات پھر بھی
کرکری رہی ؀

ان صاحبوں میں مولوی عبد القدوس اچھے عالم آدمی تھے یہ علوم دینیہ کے
مدرس بھی تھے اب تو مقرر بھی خوب ہو گئے تھے لیکن اس مسئلہ میں اُن کے مایہ
ناز دلائل یعنی آیت بل رفعه اللہ اور وان من اہل الکتاب الخ پر جرح احمدی
نے کچھ ایسی زبردست کی کہ مولوی صاحب اپنی کامیابی سے دل میں مایوس سے
ہو گئے اونھوں نے سوچا کہ اس مسئلہ کو ٹال دینا بہتر ہے آج اگر ہو تو میرزا صاحب
کے دعوے کی بابت گفتگو ہو چنانچہ یہ بات اُن کے دل میں خوب ٹھن گئی جب
وقت مقابلہ آیا تو انھوں نے ظاہر کیا کہ اصل مدعا تو میرزا صاحب کے دعوے

سے ہی گفتگو اسی میں ہونی چاہیے مگر احمدی صاحب نے کہا کہ پہلے مبحوث فیہ مسئلہ طے ہو جائے
پھر اس گفتگو کا بیشک موقع ہے چنانچہ اس امر میں اسقدر طول ہوا اور دونوں ملوں کی ہٹ
یہانتک بڑہی کہ آج کا بہی تمام وقت صرف ہو گیا اور بات کل پر اُٹھا دی گئی۔

دوسرے دن صبح کو مولوی عبدالقدوس صاحب سے مجھے شرف ملاقات حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا
کہ جناب نے احمدی صاحبان اور جناب میرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات کا کہانتک ملاحظہ فرمایا
ہے جواب میں اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت میں نے تو نہ انکی کوئی کتاب دیکھی ہے اور نہ اُنکے
کسی مرید کی کچھ بہر تو انکے حالات اخباروں سے معلوم ہوئے ہیں اور کچھ سُنے سُنائے لوگوں سے میں نے
عرض کیا تو قبلہ من انکے دلائل سے محض ناواقف ہونیکی حالت میں ان مسئلوں پر مباحثہ
کرنا ہرگز درست نہیں۔ مجھے ایک بڑے مزے کی بات سوجھی ہے جسے سُنکر
آپ بہی تڑپ جائیں گے وہ یہ کہ مفتی صاحب کو بلوایا جائے اور ان دونوں
پیروانِ مہدی کا مقابلہ کرایا جائے اور ہم سب تماشہ دیکھیں چنانچہ مولوی صاحب
اس بات سے نہایت محظوظ ہوئے اور فرمانے لگے واللہ سوجھی تو آپ کو بڑے
غضب کی ہے مگر مفتی صاحب آ بہی جائیں گے لوگ کہتے ہیں کہ وہ اب کسی سے
بحث مباحثہ نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ لے آنے کا ذمہ میرا ہے چنانچہ
یہہ امر طے ہو گیا۔

مُفتی صاحب ایک بڑے ذی علم شخص تھے تحقیق مذاہب میں انکی عمر کا کثیر
حصہ صرف ہو چکا تہا تمام مذاہب کے وکلا سے ان کی معرکۃ الآرا بحثیں عام و

خاص میں مشہور تھیں کوئی کہتا تھا کہ یہ علم کلام میں بے نظیر شخص ہیں کوئی کہتا تھا کہ انہیں علم منطق پر پورا قابو حاصل ہے مگر اس میں شک نہیں کہ یہ بڑے زبردست مباحث اور بڑے محقق شخص ہیں ۔ مگر اب عام لوگ ان سے ناخوش تھے کیونکہ یہ بھی ایک مہدی کے پیرو ہوگئے تھے اور ایک ایرانی عالم سے ان کا قائل ہو جانا عوام میں ان کی بے وقعتی کا باعث ہو چکا تھا۔

اس قصہ کی تفصیل یوں ہے کہ بمبئی میں ایک عالم اصفہانی ایرانی وارد ہوئے ان کی طلاقت لسان و فصاحت زبان کا بڑا شہرہ ہوا وہ کہتے تھے کہ مہدی اور مسیح دونوں آچکے تشریح اس کی یہ تھی کہ شہر شیراز میں ۱۲۶۰ھ میں ایک صاحب سید علی محمد جنہوں نے اپنا لقب باب اختیار کیا تھا ظاہر ہوئے اور مکہ شریف جا کر حج کے وقت رکن و مقام کے درمیان پہنچکر اعلان دعوۂ مہدویت عام کر دیا وہ کہتے تھے کہ اہل اسلام سنی و شیعہ کے خیال کے مطابق میں مہدی و قائم آل محمد ہوں اور عیسائی و یہودیوں کی پیشین گوئی کے مطابق میں ایلیا ہوں[۱] ان کے بہت سے پیرو ہوگئے اور ایران میں آکر انہوں نے اپنے دعوے کی تبلیغ کی، سلطنت ایران نے مزاحمت فرمائی مگر وہ باز نہ آئے کشت و خون ہوا یہ صحیح روایت ہے کہ بیس ہزار سے بھی زیادہ بابی دردناک عذابوں کے ساتھ مرتد سمجھ کر قتل کئے گئے ۔ مگر ان کی دن دونی رات چوگنی ترقی میں کچھ فتور نہ آیا یہانتک کہ سات برس مدت دعوۃ کے بعد سید علی محمد قتل کئے گئے مگر وہ ایک دوسرے

[۱] کتاب حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات ۔

عظیم الشان ظہور کی پیشین گوئی کر گئے تھے اُس کے مطابق شاہی خاندان کے ایک
شخص حسین علی نے جنہوں نے اپنا لقب بہاءاللہ اختیار فرمایا تھا میعاد مقررہ پر اُس
شخص موعود ہونے کا دعویٰ کیا جس کو بابی من یظہرہ اللہ کے نام سے اور اہل اسلام
کے سُنی و شیعہ مسیح و رجعت حسینی کے لقب سے عیسائی بعثت ثانوی اور یہود
رب الجنود وغیرہ کے ناموں کے ساتھ منتظر ہیں۔ بہاءاللہ ایران سے جلاوطن
کئے گئے اور بغداد میں مقیم رہکر قسطنطنیہ میں رکھے گئے پھر اڈریانوپل پھر ارض مقدس
شام کے شہر عکا میں جو ماونٹ کرمل پر ہے تا رحلت قیام پذیر رہے۔
یہ عالم اصفہانی انہیں دونوں صاحبوں کے پیرو تھے اس بشارت کی
تبلیغ کے لئے وارد ہندوستان ہوئے تھے اوّل اوّل تو اُن کی باتیں لوگوں کو
خرافات سی معلوم ہوئیں مگر جیسے جیسے لوگوں کو ان سے گفتگو کا موقعہ ملا اُن کی طراری
اور اعجاز کلامی کا چرچا پھیلتا گیا۔ یہانتک کہ عوام لاچار ہو کر خواص سے ملتجی ہوئے
اور خواص بھی زور آزمائیاں کرکے حوصلہ ہار چکے تھے بہت سے لوگ بہائی ہو گئے ایک
اور خضر صورت بزرگ سید مصطفیٰ رومی اس گروہ میں عوام کے لئے عجب جذب
مقناطیسی رکھتے تھے ان کی خوش کلامی دائم الالم قلوب کے لئے بھی سرور و
بشاشی کا موجب ہوتی تھی اس لئے رجوعات روز افزوں ہوتی گئی اب لوگوں
کو مفتی صاحب کے لیجانے کا خیال آیا ان سے عرض کیا تو مستعد پایا ایک
روز روانہ ہوئے اول سید رومی سے ملاقات ہوئی اخلاق بزرگانہ و مشفقانہ

درمیان میں صرف ہوئے اُنھوں نے عالم اصفہانی میرزا محرم نامی سے ملاقی کرایا تھوڑی دیر میں حرف مطلب زبانوں پر آگئے ردوقدح شروع ہوئی سامعین کو لطف آنے لگا پھر تو اُس عندلیب اصفہانی کی زمزمہ پردازی نے تمام ہمصفیران گلشن ہند کو مبہوت کردیا۔ غرض یہ سلسلہ کئی روز جاری رہا مگر نتیجہ یہ ہوا سیدر رومی کے خلق لاثانی اور اُس عالم اصفہانی کی درفشانی و اعجاز بیانی نے مفتی صاحب کو بھی بھائی کرلیا۔

اس سبب سے لوگ ان سے متنفر ہوگئے کچھ دنوں درپے آزار بھی رہے اور یہ بھی خلوت نشین ہوگئے۔ جب سے اب تک درویشانہ زندگی بسر کرتے ہیں

مولوی عبدالقدوس صاحب قبلہ سے رخصت ہوکر میں مفتی صاحب کے پاس پہنچا مودب ہوکر عرض کیا کہ آج شام کو بندے کے مکان پر ماحضر تناول فرمائیں کیونکہ میں شروع سے ابتک نیازمندانہ پیش آتا تھا اسلئے مفتی صاحب مجھپر بجید کرم گستری فرماتے تھے پہلے تو کچھ تکلف فرمایا مگر پھر منظور فرمالیا میں نے عرض کیا کہ ایک عالم احمدی یہاں وارد ہیں تین چار روز سے مولوی عبدالقدوس صاحب قبلہ سے بحث ہوتی ہے لطف نہیں آتا اگر آپ فرمائیں تو اُن احمدی کو بھی مدعو کیا جائے تاکہ بعد طعام جناب کی اور اُن کی گفتگو سُننے کا موقع حاصل ہو فرمانے لگے کہ خوف فتنہ وفساد سے میں نے بحث مباحثہ ترک کردیا ہے اگر جلسہ قابل اطمینان ہو تب تو کچھ حرج نہیں ورنہ مجھے معذور رکھیں خاکسار نے عرض کیا کہ مجھ

کفش بردار کا غریب خانہ ہوگا اور شرکارِ جلسہ قابل اطمینان ہوں گے کسی فساد کا ہرگز اندیشہ نہیں ۔ مفتی صاحب نے منظور فرما لیا ۔ پھر میں وہاں سے عالم احمدی کی قیام گاہ پر پہنچا انہوں نے بیحد اصرار پر بھی ماحضر تناول فرمانے سے انکار کیا مگر وعدہ کیا کہ اگر آدمی بھیجدو تو بعد نماز عشا گفتگو کے لئے میں ضرور آجاؤں گا ۔ میں نے یہ بھی عرض کر دیا آج ایک نئے صاحب کو آپ سے گفتگو کرنے کا اشتیاق ہے اس پر فرمانے لگے کوئی بھی ہو مگر کیا وہ صاحب جو دو چار دن سے مخاطب تھے عاجز آگئے میں نے عرض کیا شاید ایسا ہی ہو چنانچہ وہاں سے اگر احباب خاص کو اس امر کی اطلاع دی گئی اور بعد مغرب جلسہ جمع ہو گیا مفتی صاحب بھی تشریف لے آئے آدمی روانہ کر دیا تھا عشا کے بعد عالم احمدی بھی مع چند ہمراہیان تشریف لے آئے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے مفتی صاحب کو مخاطب کیا اور وہ سلسلہ کلام شروع ہوا جو آئندہ صفحہ میں ہے ۔

نوٹ ۱ ۔ مفتی صاحب کو آئندہ صفحات میں بھائی سے ملقب کیا گیا ہے کیونکہ یہ لقب اُن کو زیادہ پسند تھا ۔

نوٹ ۲ ۔ اس رسالہ کو مطالعہ سے پیشتر ذیل کے صحت نامہ سے صحیح فرمالیں ۔

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	اتنے میں ایک احمدی	اتنے میں احمدی	۲۲	۶	نہ کریں گے	نہ کر سکے
۴	۵	ابن ماجد	ابن ماجہ	۲۷	۵	دو حدیثیں	دو قسم کی حدیثیں
۶	۵	ولیمکنن دینہم	ولیمکنن لہم دینہم	"	۸	جن حدیث	جن حدیثوں
۸	۱	تغییر حنیفہ	و تغییر خفیف	۳۲	۶	کو بھی عباس	کو بنی عباس
۸	۲ کالم ۲	دوسری حدیثیں ہے	دوسری حدیثیں	۳۴	۱۳	حسن النوی	حسن اسنوی
۱۶	۲	اس بطلان کو	اس خیال کے بطلان کو	۳۷	۱	دیں	منصب
۱۹	۱۶	مگر فی نفسہ	مگر خواہ فی نفسہ	۳۸	۷	یہی	بھی
"	"	مقدم ہے	مقدم ہو	۳۹	۳	کیونکہ	مگر
۲۰	۱۰	تواتر ہیں	تواتر میں ہیں	۴۰	۱	شائع ہیں	شائع ہے
۲۱	۷	کو بطور	کو بھی بطور	۴۵	۱۰	کیلئے لفظ	کیلئے اس لفظ
"	"	پیش کریں	پیش کرتے ہیں	"	"	لفظ منقول	لفظ کو منقول
۲۴	۱	ہونا نہیں	ہونا کیوں نہیں				

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے وطن کے احمدی فرقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ مہدی کا عقیدہ باطل و عاطل ہے۔ جو لوگ مسیح و مہدی کو دو وجود تسلیم کرتے ہیں سخت غلطی میں ہیں۔ چنانچہ اس بات کو وہ بہ دلائل ساطعہ ثابت کرتے ہیں۔ اور ایک ہی شخص کو مہدی و مسیح مانتے ہیں۔

بہائی ۔ وہ دلائل ساطعہ کیا ہیں۔ اور ان کی کتب استدلالیہ کی بنا کس چیز پر ہے اگر ممکن ہے تو ہم بھی سنیں اور دیکھیں؟ اتنے میں ایک احمدی فرقہ کا عالم سامنے آیا اور نہایت متانت کے ساتھ کہنے لگا۔ کہ بندہ کل باتوں کی توضیح کرنے کے لیے مستعد ہے۔

احمدی ۔ مہدی کی احادیث اختلاف سے پُر ہیں۔ اب یا تو یہ سب حدیثیں موضوع ہیں ورنہ صحیح۔ اگر صحیح تسلیم کی جائیں تو بہت سے مہدیوں کی خبر دی گئی ہے۔ اُن سب احادیث کے موضوع ہونے کی یہ دلیل بھی ہے۔ کہ امام مالک نے جو مدنی تھے اور بنات خود صحابہ سے ملنے والے تھے۔ اپنی کتاب موطا میں جو حدیث کی کتابوں میں سب سے پہلی کتاب ہے مہدی کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

ان کے وقت تک مسئلہ مہدی مخترع نہیں ہوا تھا۔

پھر حضرات امام بخاری و امام مسلم نے جنکی صحیحین اُمت محمدیہ کے لئے معمول ہیں اپنی
کتابوں میں مہدی کا کوئی باب ہی نہیں باندھا۔ ذکر تو الگ رہا اشارہ تک بھی نہیں

مؤرخین میں علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں مہدی کی احادیث کا
تفصیل وار ذکر کرتے ہوئے ہر حدیث کو مجروح و مخدوش قرار دیا ہے۔ اس سے واضح
ہُوا کہ یہ احادیث موضوع ہیں۔

اگر اِن احادیث کے موضوع نہ ہونے پر کوئی اصرار کرے تو اُن کے باہمی اختلاف
کے سبب اس کی جان ضیق میں پڑ جائیگی اور مجبوراً اُسے کئی مہدیوں کا قائل ہونا پڑ
پھر طرّہ یہ کہ ان میں سے اکثر حدیثوں کا مضمون واقع بھی ہو گیا۔ اور چند افراد مدعی مہد
پر وہ حدیثیں مطابق بھی ہو چکیں اسلئے پھر اُنہیں بھی مہدی تسلیم کرنا ہوگا۔

اختلاف کی مثال بھی مناسب ہے کہ عرض کر دوں۔ مہدی کے نسب کے بارے میں
جو حدیثیں آئی ہیں انہی کا اختلاف ملاحظہ ہو۔

ابو داؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ وہ بنی فاطمہ ہوگا جواہر الاسرار
و حجج الکرامہ میں حدیث نقل ہے کہ مہدی اولاد علی سے ہوگا۔ یعنے اب بنی فاطمہ
کی تخصیص بھی نہ رہی خواہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کسی اہل سے ہو۔ پھر ایک
گروہ کا عقیدہ ہے کہ امام حسن کی اولاد میں سے کسی کو یہ شرف حاصل ہوگا۔
چنانچہ نجم ثاقب میں مذکور ہے۔ ایک اور جماعت ہے جو کہتی ہے کہ مہدی حسین کی اولا

سے ہوگا۔

ایسی روایت ابن عساکر سے منقول ہے۔ ایک اور گروہ ہے وہ کہتا ہے کہ مہدی حسن اور حسین دونوں سے ہوگا۔ یعنے ماں حسنی ہوگی باپ حسینی یا اسکے برعکس۔ وہ اپنی بات کی تائید میں حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ دیکھو حجج الکرامہ وغیرہ۔

ایک اور فرقہ کا خیال ہے۔ کہ اہل بیت میں حضرت فاطمہ رض و علی رض کی تخصیص نہیں بلکہ ان میں حضرت حمزہ و جعفر بھی ہیں۔ اور حضرت حمزہ و جعفر کے اہل بیت ہونے کے بارے میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ کچھ اور لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ مہدی بنی اُمیہ میں سے ہوگا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب کا قول پیش کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک شخص میری اولاد سے ہوگا۔ جس کے چہرہ پر نشان ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دیگا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء

پھر ایک اور جماعت ہے جو کہتی ہے کہ مہدی ابن عباس سے ہے۔ دیکھو حجج الکرامہ

پھر اُن روایتوں کے ماننے والے بھی موجود ہیں جن میں ذکر ہے کہ مہدی قریش سے ہوگا۔ دیکھو کنز العمال۔

پھر ایک حدیث میں ہے کہ مہدی علی اور عباس دونوں کی اولاد سے ہوگا۔ دیکھو حجج الکرامۃ صفحہ ۳۵۶

پھر وہ حدیثیں ہیں جن میں کسی قبیلہ و قوم کی تخصیص نہیں۔ اس امت میں سے

جس کو خدا چاہیگا مہدی بنا وے گا۔ پھر ایک محققین کا گروہ ہے جنہوں نے خوب جانچ پرتال کرکے یہ نتیجہ حاصل کیا کہ مہدی موعود عیسیٰ ہی ہوگا۔ اور از روئے قرآن و حدیث اس عقیدہ کا مدلل ہونا بھی میں واضح کئے دیتا ہوں۔ اوّل حدیث صحیح عرض کرتا ہوں۔ پھر اُس حدیث کو قرآنی اشارۃ النص سے بھی مدلل کرونگا۔

کنز العمّال جلد ۷ صفحہ ۱۵۶ میں ہے ابن ماجد و حاکم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے

لا یزداد الأمر الّا شدّۃً ولا الدّنیا — کہ حکومت میں شدت بڑھ جائیگی۔ اور
الّا ادباراً ولا النّاس الّا شحًّا — دُنیا میں اوبار ہی اوبار ہو جائیگا۔ اور
ولا تقوم السّاعۃ الّا علیٰ شرار — لوگ بخیل ہو جائیں گے۔ اور قیامت شریر
النّاس ولا المھدی الّا عیسیٰ بن — آدمیوں پر قائم ہوگی۔ اور سوائے عیسیٰ
مریم۔ رواہ ابن ماجہ والحاکم عن انس — ابن مریم کے کوئی مہدی نہ ہوگا۔

قرآن شریف سے بھی یہی بات ثابت ہے توضیح قابل توجہ ہے سورۃ المزمّل میں فرمایا

انّآ ارسلنآ الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنآ الیٰ فرعون رسولاً ط — ہم نے تمہاری طرف رسول یعنی حضرت محمدؐ کو بھیجا جو تم پر گواہ ہے جیسا کہ ہمنے فرعون کی طرف رسول (موسیٰ) کو بھیجا تھا۔

اس آیۃ کریمہ میں آنحضرت صلعم کو مثل موسیٰ فرمایا۔ اور توریت کتاب استثنا باب ۱۸
میں حضرت موسیٰ نے رسول کریم کو اپنا مانند فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ مثیل موسیٰ ہوئے
مختصر سی مماثلت بھی ملاحظہ ہو کہ

حضرت موسیٰ صاحب شریعت مستقل تھے	حضرت رسول کریم بھی صاحب شریعت مستقل تھے
حضرت موسیٰ نے ہجرت کی	حضرت رسول کریم صلعم نے بھی ہجرت کی
حضرت موسیٰ نے جہاد کیا	آپ نے بھی جہاد کیا
حضرت موسیٰ نے دنیوی بادشاہت بنی اسرائیل میں قائم کی	آپ نے بھی کی
حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کی متفرق اسیر اقوام کو جمع فرمایا اور آزاد کیا	آپ نے بنی اسماعیل کی متفرق جماعتوں کو جمع فرمایا اور ہوا و ہوس سے آزادی دلائی

مختصر یہ کہ اگر مشابہتیں شمار کیجائیں تو دِن چاہیئں۔ بہر حال یہ ثابت ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم مثیل موسیٰ ہیں۔

جب یہ واضح ہو چکا تو دوسرا امر ملاحظہ طلب یہ ہے۔ کہ سلسلۂ محمدی یعنی اسلام بھی سلسلۂ موسوی سے بدرجہ اتم مماثل ہے۔ خصوصاً سلسلۂ خلافت میں تو بال بھر کا بھی فرق نہیں۔ اس مماثلت کو خود جناب باری تبارک و تعالےٰ نے ظاہر فرمایا ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنّہم فی الأرض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکننّ لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنّہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ہم الفاسقون ط (سورۃ النور ع ۷)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کی خلافت ضرور عنایت کرے گا۔ جیسے اُن لوگوں کو خلافت عنایت کی تھی جو اُن سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اُسے ان کے لئے استوار فرمائیگا اور ان کے موجودہ خوف کو امن سے بدل دیگا۔ وہ ہماری عبادت کیا کریں گے اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے اِسکے بعد جو نافرمان ہوا وہ فاسقوں میں سے ہے (سورہ نور رکوع ۷)

اس آیت شریف میں کما واضح کر رہا ہے کہ سلسلۂ خلافت محمدیہ بعینہٖ اسیطرح واقع ہوگا جس طرح کہ سلسلۂ خلافت موسویہ واقع ہو چکا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ شانہ۔ دُنیا نے بھی دیکھ لیا کہ اسی طرح واقع بھی ہوا۔ سرِ مو کا فرق نہیں۔ اس کی وضاحت اگرچہ باعثِ لطف وذوق ایمانی ہے مگر یہ موقع نہیں۔ مطلب فقط دو لفظوں میں ہے یعنی سلسلۂ خلافت موسویہ اور سلسلۂ خلافت محمدیہ آپس میں بہ کمال مماثل ہیں

اس سے مجھے استنباط یہ کرنا ہے کہ حضرت مسیح سلسلۂ خلافت موسویہ کے آخری
خلیفہ تھے۔ اور اس سلسلہ کے اکیلے موعود تھے۔ لہٰذا سلسلۂ خلافت محمدیہ میں بھی
ایک ہی موعود حق ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے۔ مہدی کا تو خیال ہی من گھڑت ہے
غور کیجئے تو یہ دونوں سلسلے نقطۂ ابتدائی سے لیکر انتہائی تک باہم دو متوازی
خطوط کی طرح چلے جاتے ہیں جو بحالت استقامت کسی طول تک متوازی ہونے سے
نہیں رُکتے۔ جس طرح وہاں حضرت موسیٰ سے ابتدا اور مسیح موعود (یعنی اکیلے موعود)
پر انتہا ہے ایسی ہی یہاں بھی مثل موسیٰ سے ابتدا اور مسیح موعود کا نام۔ اور
دونوں زمانوں کے فاصلے کارناموں اور وضعوں میں بھی ہر طرح مشابہت ہے
اسی سبب سے آنیوالے موعود کا نام حدیثوں میں عیسیٰ ابن مریم رکھا گیا ہے۔ اور
اس سے بھی ظاہر ہے کہ ان دونوں سلسلوں کے آخری موعودوں میں روحانی
طور پر ایسی اتم و اکمل مشابہت مقدر کی گئی ہے کہ ان کے نام بھی ایک ہی پسند کئے
گئے۔ اب اس تقریر سے یہ بات بدیہی ہو چکی کہ آخری زمانہ کا موعود ایک ہی ہے۔ اس
قرآنی استدلال کے ساتھ پھر حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بھی ملا لیجئے تو سارا جھگڑا ہی طے
ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ مہدی بھی اگر ہے تو عیسیٰ اور
مسیح موعود ہی کا نام ہے۔ اور صرف حدیثوں پر بھی تھوڑی توجہ مبذول فرمانے سے
یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ میں ذرا اور بھی اس امر کو واضح کر دوں۔ توجہ فرمایئے
کہ جو صفات یا فرائض عیسیٰ یا مہدی کیلئے احادیث میں درج ہیں۔ بہ تبدیل الفاظ

تغییر خفیف نفس مضمون کی رو سے یکساں ہیں۔ جن سے مترشح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلعم نے کسی وقت مہدی کا لفظ اور کسی وقت عیسیٰ کا لفظ بول کر ایک ہی شخص کے فرائض وصفات کو ظاہر فرمایا ہے۔ ورنہ اگر ان کے ذہن میں مہدی اور عیسیٰ الگ الگ شخص ہوتے تو کبھی ایک ہی صفات اور ایک ہی فرائض ان دونوں میں مشترک نہ ہوتے۔ مثلاً

ایک حدیث میں ہے	دوسری حدیث میں ہے
کثرتِ باراں و کثرتِ پیداوار مسیح کے وقت میں ہوگی۔ - - - - -	یہ مہدی کے لئے بھی ہے
امن و عدل و انصاف مسیح کے وقت میں ہوگا۔ - - - - -	یہ مہدی کے وقت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔
جنگ و خونریزی مسیح کے وقت میں نہ ہوگی۔ - - - - -	مہدی کے وقت میں نہ ہوگی
مسیح کسرِ صلیب کرینگے	مہدی کسرِ صلیب کریں گے
مسیح کے وقت میں تمام ملل باطلہ ہلاک ہونگے	مہدی کے وقت میں ہونگے
مسیح مشرق سے ظاہر ہونگے	مہدی مشرق سے ظاہر ہونگے
مسیح بیت المقدس جائیں گے	مہدی بیت المقدس جائیں گے
مسیح مکہ معظمہ میں وارد ہونگے	مہدی مکہ معظمہ میں وارد ہوں گے

بہ تفصیل اطلاع حاصل کرنے کے لئے ہمارے یہاں کی کتاب عسل مصفّیٰ ملاحظہ ہو جسمیں ہر حدیث بلفظہٖ مع حوالہ ماخذ مرقوم ہے۔ اب ایک اور حدیث جو بالکل ہی فیصل ہے عرض کئے دیتا ہوں۔

عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ بن مریم اماما مھدیا وحکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ وتضع الحرب اوزارھا۔

(ابوہریرہ سے روایت ہے) کہ نبی صلعم نے فرمایا۔ قریب ہے جو شخص تم میں سے زندہ رہیگا وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کریگا۔ اس حال میں کہ وہ امام ہے مہدی ہے اور حکم عدل ہے۔ پس وہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کریگا اور جزیہ اُٹھا دیگا۔ اور ہتیار کی لڑائی کو بند کر دیگا۔

(رواہ احمد بن حنبل) دیکھو مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱

اِسلئے اگر مہدی کی کچھ حدیثیں صحیح بھی ہوں تو انکا منشاء مراد مسیح موعود ہی ہے۔ وجود ایک ہی ہے اور نام دو۔ اب آپ اِن دلائل کے علاوہ ہماری کتاب عسل کو بھی غور و توجہ سے ملاحظہ فرما کر اِس امر کا فیصلہ کریں۔ کہ آیا یہ سب آیات و احادیث ہمارے مقتدا میرزا غلام احمد مغفور قادیانی کے حق میں مطابق آتی ہیں یا نہیں۔ اگرچہ مختصراً عرض کیا گیا ہے۔ مگر ہمارے دلائل کا لب لباب ہی جو سامع

انصاف پسند کے لئے شمع ہدایت ہے۔
بہائی نے ان سب دلائل کو نہایت توجہ سے سُنکر جواب دیا۔ ماشاء اللہ آپنے نہایت ہی خوبی سے اپنا مطلب ادا کیا۔ مگر اس تقریر سے آپ کا مدعا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ بلکہ کئی استدلال آپ کے ایسے ہیں جو خود آپ کے مدعا کو رد کرتے ہیں اگرچہ آپ کی فرقہ کی اکثر کتابیں میری نظر سے گذر چکی ہیں اور نہایت تدبر کے ساتھ آپ کے دلائل و براہین کو جنپر آپ کے ارکان جماعت کا پورا اعتماد ہے میں نے جانچ لیا ہے۔ لیکن اس زمانہ پر آشوب و فتن میں مہدی و مسیح ہونیکا دعویٰ تو کئی اشخاص نے دُنیا میں کیا ہے۔ فقط اقلیم ہندوستان پر ہی یا ایک شخص قادیان پر اس امر کا انحصار نہیں ہے (گو کہ ان تمام مدعیوں میں سچا اور مدعی منجانب اللہ ایک ہی شخص ہو) میرے نزدیک طالب تحقیق کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ پوری آزادی و بیغرضی کو مدنظر رکھکر انصاف و خوف خدا کیساتھ ہر ایک مدعی کے دعوے کی جانچ پڑتال کرے۔ اور احقاق حق کو کل امور پر مقدم سمجھے۔ کج بحثی و خود غرضی سے حق تلفی ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کا منشاء توضیح مطلب اور احقاق حق ہے۔ تو میں ان سب باتوں کی تشریح کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ مشروط بایں کہ آپ بھی کمال توجہ سے میرے عرائض پر غور فرمائیں۔
احمدی (نہایت شگفتگی کے ساتھ) حق تو یہی ہے جو آپ نے فرمایا۔ ایمان کا لازمہ ہی انصاف و خوفِ خدا ہے۔ اور جب تک پوری آزادی و بیغرضی کو کام میں نہ

لایا جاوے احقاق حق ناممکن ہے۔ میں آپ کے منصفانہ بیان کو سننے کے لئے بدل و جان حاضر ہوں۔ اور سکون و خاطر جمعی سے سنوں گا ضرور تکلیف فرماویں۔ اور تبیین و تشریح کریں۔ ہم نے تو اپنے پیشواؤں سے اتنا ہی سُنا ہے۔ اور کتابوں کے مطالعہ سے بھی اسیقدر پایا ہے جو معروض خدمت ہو چکا مگر اپنی سمجھ پر اڑ بیٹھنا۔ اور گھمنڈ کرنا غلط و بیجا ہے چنانچہ فوق کل ذی علم علیم" اور رب زدنی علماً۔ مؤید بانی الباب ہے۔ علاوہ بریں یہ امور تحقیقی ہیں اور ہرگز تقلیدی نہیں۔ کہ میں اپنی سُنی سُنائی باتوں پر قانع ہو کر ہٹ کروں اور اپنے مسموعات و معلومات کو تحقیق پر مقدم ٹھراؤں۔ آپ بلا دریغ اپنے دلائل کو بیان فرمائیں اور مجھ کو مرہون احسان و امتنان کریں۔

بھائی دُ۔ آغاز تقریر میں آپ نے فرمایا ہے کہ مہدی کی احادیث اختلاف سے پر ہیں لہٰذا یا تو یہ سب موضوع ہیں یا درصورت صحت بہت سے مہدیوں کی خبر کا ماننا لازم آتا ہے" اولاً۔ اختلاف سے پر ہونا۔ موضوع ہونے کا لازم و ملزوم نہیں ہے۔ مہدی کی احادیث پر کچھ منحصر نہیں۔ تمام مسائل شرعی کے بارے میں احادیث باہم مختلف ہیں۔ جس نے صحاح ستہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اس پر یہ امر روشن ہے۔ اور شارحان حدیث نے ان مشاکل کو حتی المقدور حل بھی کیا ہے۔ لیکن بعض مختلف حدیثوں کے مطابق کرنے میں اُن بیچاروں کی جان بھی نہایت ضیق میں پڑگئی ہے۔ مثلاً

نماز میں ہاتھ باندھنے کی احادیث بیس سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ہاتھ باندھنے کے

مقام و ہیئت میں کل مختلف ہیں تو گویا آپ کے خیال سے یہ سب موضوع ہوئیں اور
ہاتھ باندھنا بھی باطل ہوا۔ ایسی مثالیں تو بیشمار پیش کیجا سکتی ہیں مگر حدیثوں کے
باہمی اختلاف کی وجہ سے ان کو موضوع قرار دینا بالکل لغو و مہمل ہے۔ کیونکہ صحاح
ستہ کی حدیثوں میں اگرچہ جابجا اختلاف واقع ہے۔ لیکن باوجود ایسے اختلاف
کے بھی صحاح ستہ کی کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔ بلکہ راویوں کا فہم وغیرہ
باعث اختلاف ہوا ہے۔ اور غالباً حدیثوں کی قسمیں قرار دینے کی وجہ معقول بھی
یہی ہے۔ پھر جو احادیث کہ صحیح اور حسن صحیح ہیں ان میں صورت تطبیق بھی نکل آتی
ہے۔ اس کی تفصیل اصول علم حدیث میں ملاحظہ ہو۔ اگر فرض کیا جائے کہ مہدی کی
حدیثیں موضوع ہیں۔ تب بھی طالب حق کے لئے اسمیں یہ نکتہ برآمد ہوتا ہے کہ
وضع کے لئے اصل ضرور ہونی چاہئے۔ یعنے مہدی کا عقیدہ اگر بالکل ہی سرے
سے لوگوں میں نہ ہوتا۔ تو اوّلاً واضع کو ایسے امر میں مبادرت کرنے کی اسقدر جرأت
ہی نہو سکتی تھی کہ ایسی بے اصل چیز کا واقع و موجد بنے۔ کیونکہ اسکے سامنے صحابہ
و تابعین۔ یا اُن کے صحبت یافتہ بزرگان دین ہر طرف موجود تھے۔ ان کے ہوتے
ہوئے ملت حقہ کے درمیان ایسے امر محدث کو جاری و ساری کر دینا قطعاً ناممکن تھا
پھر موضوع کی اتنی وقعت و توقیر کہ صاحبان صحاح تک جو ناقد احادیث اور بال کی
کھال نکالنے والے تھے اُسے اپنی اپنی صحیحوں میں داخل فرما لیتے۔ برفرض تسلیم
مانا کہ کسی کا کلیجہ ہاتھ بھر کا تھا اسلئے ایسی جرات پر وہ قادر تھا۔ لیکن ایسے کلمہ

خبیثہ کو بھلا کہیں بھی قرار حاصل ہو سکتا تھا۔

ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اور مثال کلمۂ خبیث کی مانند خبیث درخت اجتثت من فوق الأرض ما لھا کے ہے جو زمین سے اُکھاڑ اگیا ہو نہیں ہے من قرار (پ ۱۳ — ع ۱۴) اُس کے لئے کوئی قیام یا قرار۔

ہرگز ممکن نہ تھا کہ حسب حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یہ امر تمام امت محمدی سُنّی و شیعہ کا متفقہ عقیدہ ہو جاتا۔ بس مہدی کی احادیث کو موضوع کہنا اس مطلب سے تو درست ہے کہ اصل کی فروع میں زیادتی کیگئی۔ مثلاً بنی عباس نے یہ وضع کیا کہ مہدی بنی عباس ہی میں سے ہوگا۔ مگر اس بنا سے ہرگز درست نہیں کہ مہدی کا سرے سے کوئی عقیدہ ہی نہیں تھا۔ یہ عقیدہ ہی بعد میں وضع ہوا۔ جس کا محال ہونا میں نے ثابت کر دیا ہے۔

آپ کے فرقۂ احمدی میں کے معتمد و معتبر مصنّف صاحب عسل مصفیٰ اپنی کتاب جلد دوم صفحہ ۴۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "بہر حال جہانتک دیکھا جاتا ہے خلفاء اربعہ کے انتقال کے بعد ہی اہل اسلام میں مہدی کا خیال پیدا ہو گیا تھا اور ابتک اسی خیال میں جمے ہوئے ہیں۔ اور صرف مسلمان ہی کسی مہدی کے منتظر نہیں بلکہ ہر قوم میں ایک نہ ایک شخص کی انتظار لگی ہوئی ہے۔ - - - - اہل سنت میں بعض مہدی کے اور بعض عیسیٰ کے اور بعض دونوں کی آمد کے منتظر ہو رہے ہیں" انتہےٰ۔ البتہ یہ میں بھی مانتا ہوں کہ مہدی کے بارے میں حدیثیں بہت

سی موضوع بھی ہیں - اور یہ موضوع حدیثیں اور بھی اس عقیدہ کی صحت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ واضعین نے صرف اصل عقیدے کو جو تمام اکابر اُمت میں شائع و ذائع تھا- اپنے مفید مطلب بنانا چاہا ہے مگر اُن کی یہ کاریگری چلی نہیں محدثین رحمہم اللہ نے دودھ اور پانی الگ کردیا-

پھر آپ نے فرمایا ہے- کہ اگر ان حدیثوں کو تسلیم کیا جائے اور صحیح مانا جائے تو بہت سے مہدیوں کا قائل ہونا پڑے گا" میں عرض کرتا ہوں کیا بلاکسی وجہ موجّہ اور سبب کے یہ بات ہوسکتی ہے؟

اگر دُنیا سے اصول علم حدیث اُٹھ جائے تو شاید قائل ہونا پڑے - ورنہ جبتک اصول علم حدیث باقی و برقرار ہے ہرگز قائل ہونا نہ پڑے گا-

جناب والا اُن سب حدیثوں کو آپ کیوں صحیح تسلیم کرتے ہیں -جو صحیح ہیں اُنہی کو صحیح تسلیم کیجئے ایسی کیا شامت پیچھے پڑی ہے کہ موضوع حدیثوں کو بھی صحیح تسلیم کرلیا جائے آپ کے ہاتھوں میں تو علم اسماء الرجال کی کتابیں موجود ہیں- ترجیح و تطبیق کے قواعد ہیں معیار اور کسوٹیاں ہیں -بس خوب پرکھ لیجئے- جانچ پڑتال کرلیجئے- پھر دیکھئے کہ ان میں کیا تو اختلاف رہتا ہے - اور کتنے مہدیوں کو وہ آپ سے منواتے ہیں -خیر! کسی دوسرے موقع پر اس فرض کو بھی میں ہی ادا کردوں

پھر آپ نے فرمایا ہے" اُن سب حدیثوں کے موضوع ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ امام مالک رح نے موطا میں مہدی کا ذکر نہیں کیا- اور وہ حدیث کی سب سے

پہلی کتاب ہے۔

کیا خوب! یہ آپ نے موضوع حدیثوں کے پرکھنے کا نیا معیار قائم کیا۔

کیوں صاحب! تو پھر جو حدیث موطا میں نہ ہو وہ موضوع ہے۔ صاحبان صحاح کی برسوں کی محنت مفت میں برباد گئی۔ ناحق ورد سر اٹھا کر اپنی جانیں جوکھم میں ڈالیں۔ اور آپ نے انہیں خوب انعام دیا۔ جناب والا موطا کے مصنف نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ لا رطب ولا یابس الا فی الموطا۔ یہ شان تو قرآن شریف کے لئے خاص ہے کہ اس سے کوئی بات "تر و خشک نہیں چھوٹی"۔ توریت شریف کو دیکھیے کہ اسکی شان میں خدا نے قرآن کریم میں فرمایا کہ "فیہ تفصیل کل شیءٍ"۔ مگر کئی قصے جو توریت میں بھی مندرج ہیں انہیں جب قرآن شریف بیان فرماتا ہے تو ایک دو باتیں ایسی ذکر کرتا ہے جن کی تفصیل مطلقاً توریت شریف میں نہیں۔ جو بات اس وقت کے لئے ضروری تھی وہ اس وقت بیان کردی اور اس وقت اس تفصیل میں جو اسمیں مندرج نہیں کوئی پوشیدہ حکمت تھی اب بیان کر دیگئی۔ مثلاً حضرت سلیمان کے حالات آپ توریت میں پڑہیے۔ پھر قرآن شریف میں دیکھیے۔ تو ضرور ایک دو فرعی باتیں اسمیں زیادہ پائیں گے۔ علاوہ ازیں قرآن شریف میں مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن فرمایا۔ یا اخت ھارون ما کان ابوک امرأ سوءٍ وما کانت امک بغیاً۔ یعنی اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ حالانکہ کتب سابقہ سے ان کا ہارون کی بہن ہونا مطلق معلوم نہیں ہوتا پھر توریت کی

شان میں فیہ تفصیل کل شیء وارد ہے اور تحریف کا خیال باطل ہے ہم نے اپنی تصنیف رسالہ "تصحیح السبیل" میں اس بطلان کو مدلل طور پر واضح کر دیا ہے۔

آپ صحاح ستہ کو غور سے دیکھئے۔ پھر موطا کو غور سے دیکھئے۔ سینکڑوں حدیثیں آپ موطا میں نہ پائیں گے تو کیا وہ سب موضوع ہیں۔ حالانکہ صحاح ستہ موضوع احادیث سے بالکل پاک ہے۔

کیا آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت میرزا صاحب کی مصنفہ کتاب "ازالہ اوہام" طبع دویم صفحہ ۲۲۶ کی سطر ۴ کو ملاحظہ نہیں کیا؟ فرماتے ہیں۔ "بہت سی حدیثیں مسلم اور بخاری کی ہیں جو امام اعظم صاحب نے جو رئیس الائمہ ہیں قبول نہیں کیں۔ بعض حدیثوں کو شافعی رحمۃ اللہ نے نہیں لیا۔ بعض حدیثوں کو جو نہایت صحیح سمجھی جاتی ہیں امام مالک نے چھوڑ دیا"۔

اب دیکھئے کہ خود میرزا صاحب اس امر کے قائل ہیں کہ نہایت صحیح حدیثوں کو بھی امام مالک نے چھوڑ دیا اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ امام مالک نے نہایت صحیح حدیثوں کو بھی چھوڑ دیا تب آپ کا خیال کہاں رہا۔ اور آپ کا استدلال بیجا ٹھہرا۔ آپ کو لازم تھا کہ اس امر کا تصفیہ آپ مرزا صاحب ہی سے پہلے کر لیتے۔ پھر اس کے بعد اقامت دلیل و برہان فرماتے۔

پھر آپ نے فرمایا ہے۔ کہ "امام بخاری و مسلم نے بھی مہدی کا ذکر تو الگ رہا اشارہ تک نہیں کیا"۔ حالانکہ اگر بچشم بصیرت نظر فرمائیں تو مہدی کا ذکر بصراحت تام ان دونوں

کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ عرض کرتا ہوں۔

عن ابا هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم = رواه البخاری

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اترے گا حالانکہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

"وامامکم" میں جو واؤ ہے اس کو آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ واؤ حالیہ ہے جس کے معنی ہیں "اس حال میں کہ" یا "حالانکہ" اور اس معنے کی صحت کی دلیل صحیح مسلم کی نہایت صحیح حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "حضرت عیسیٰ سے کہا جائے گا کہ نماز پڑھایئے تو آپ فرمائیں گے اس امت کی عظمت شان کے سبب تمہارے ہی بعض بعض پر امیر یا اعلیٰ ہیں"

توجہ سے ملاحظہ کریں کہ مسلم کی حدیث نے بخاری کی حدیث کی کیسی شرح کردی۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ اس وقت ایک امام وہاں موجود ہوگا۔ ابن جوزی نے کہا ہے کہ "مسیح اقتدا کریں گے" یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے (دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری) پھر ایک روایت طویل میں جو کہ دجال کے ذکر میں ہے اس طرح وارد ہے کہ "سب مسلمان بیت المقدس میں ہوں گے۔ انکا امام ایک نیک مرد ہوگا۔ اور وہ آگے بڑھا ہوا ہوگا تاکہ ان کو نماز پڑھائے کہ ناگہاں مسیح نازل ہوں گے

تو امام اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹیگا۔ تاکہ عیسیٰ امام بنیں تو عیسیٰ اُس کے مونڈھوں کے درمیان کھڑے ہونگے پھر فرمائیں گے کہ امام بنیئے کیونکہ آپ ہی کے واسطے تکبیر ہوئی ہے۔" (یہ بیان فتح الباری شرح صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میں موجود ہے۔ نیز بہ تبدیل الفاظ اسی مضمون کی حدیث حاشیہ قنوی علی البیضاوی جلد ۵ صفحہ ۱۳۵ میں وارد ہے۔ قولہ رحمۃ اللہ علیہ ینزل عیسیٰ علیہ السلام علی ثنیۃ (جبل) بالأرض المقدسۃ یقال لھا افیق وبیدہ حربۃ یقتل الدجال فیاتی بیت المقدس والناس فی صلوٰۃ الصبح والامام یؤمھم فیتاخر الامام۔ فیقدمہ عیسیٰ۔ ویصلی خلفہ علیٰ شریعۃ محمد علیھما السلام۔ الخ

اب اِن حدیثوں کو ملا کر غور فرمائیے کہ عیسیٰ کا ایک الگ وجود ثابت ہوتا ہے پھر ایک دوسرا شخص بھی ثابت ہوتا ہے جو امام ہے اور ایسا عظیم الشان شخص ہے کہ حضرت مسیح بھی اس کی اقتدا فرماتے ہیں۔ اور اسی امام کو آنحضرت صلعم نے مہدی فرمایا ہے۔ بہرحال دو وجود مبارک کا ثابت ہونا تمام احادیث اور روایات سے ظاہر و بدیہی ہے۔ نظر انصاف سے ملاحظہ کرو تو تصفیہ یہیں طے ہو جاتا ہے "الا من اتی اللہ بقلب سلیم"۔

پھر آپ نے فرمایا ہے۔ کہ "موخرین سے علامہ ابن خلدون نے مہدی کی کل

احادیث کو مجروح و مخدوش قرار دیا ہے" تا آخر۔ صاحب من! کیا علامہ ابن خلدون کوئی نبی معصوم ہیں۔ کہ جو کچھ وہ لکھ گئے نقش کالحجر ہو گیا۔ اس پُرانی لکیر کی فقیری ہی نے تو ساری تحقیق کی لٹیا ڈبو دی ہے۔ اس وہم کو بھی ہمیں آپ کی خاطر رفع کرنا لازم ہے لہذا مقدمۃً تحقیق اس امر کی کہ تعدیل مقدم ہے یا جرح ایک بحث طلب مسئلہ ہے۔ چنانچہ ابن خلدون نے اپنے خیال کی تائید کے لئے جرح کو مقدم سمجھا اور اپنے مقدمہ کی فصل ۳۵ میں جرح کو ترجیح دی ہے۔ مگر علامہ ابن حجر نے مقدمہ شرح بخاری میں جرح کو تعدیل پر مرجح اور ضروری قرار دینا باطل کیا ہے اگر ہم اس معاملہ کو چھیڑیں تو یہ بذات خود ایک طویل بحث ہے۔ اور یہاں مد نظر اختصار ہے۔ اسلئے ہم اصل مطلب کو عرض کرتے ہیں کہ ایسے موقع پر جہاں ایک حدیث پر ایک شخص جرح کرتا ہے۔ اور دوسرا التعدیل۔ تو جرح کرنے والے۔ اور تعدیل کرنے والے دونوں کے فضل اور مقام و مرتبہ کو دیکھنا چاہیئے کہ فن حدیث میں اُسکا دخل کیسا ہے پھر یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جرح کرنیوالے کتنے ہیں اور تعدیل کرنیوالے کتنے اگر جرح کرنیوالا افضل ہے۔ اور وہ کئی ایک ہیں تو جرح پر اعتبار کرنا بجا ہے۔ اور اگر تعدیل کرنیوالا افضل ہے اور انکی تعداد بھی جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے اور ان میں کا جو بھی ہے وہ اس فن میں کامل و اکمل ہے تو تعدیل ہر طرح قابل اعتبار سمجھی جائیگی مگر فی نفسہٖ جرح تعدیل پر مقدم ہے جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا۔ امام شوکانی توضیح میں فرماتے ہیں کہ

ورد السئول من بعض الأعلام عن الأحادیث الواردة فی هؤلاء هل هی متواترة ام لا

فاقول اما الأحادیث الواردة فی المهدی فالذی امکن الوقوف علیه منها خمسون حدیثا (ثم سردها بقوله الأول والثانی الی آخر الخمسین ثم قال) فهذه خمسون حدیثا فیها الصحیح والحسن والضعیف والمنجبر وهی متواترة بلا شك ولا شبهة بل یصدق وصف التواتر علی ما هو دونها علی جمیع الاصطلاحات المجردة فی الأصول والی هنا (انتهی)

بعض واقف کاروں کی طرف سے سوال وارد ہوا ہے کہ آیا مہدی کی حدیثیں متواتر ہیں یا نہیں۔ پس عرض کرتا ہوں کہ مہدی کے بارے میں جہانتک معلوم ہو سکی ہیں پچاس حدیثیں ہیں۔ (پھر پہلے سے پچاس تک گنائیں ہیں۔ پھر فرمایا ہے) پس یہ پچاس حدیثیں ہیں جنمیں صحیح، حسن، ضعیف، منجبر ہیں۔ اور بے شک و شبہ یہ متواتر ہیں۔ بلکہ اصول کی تمام اصطلاحات مجردہ جو وصف تواتر ہیں۔ بہ نسبت دوسری قسم کی حدیثوں کے ان پر صادق آتی ہیں۔

جمال الدین محمد بن ابی بکر الاشجر نے اپنے ایک رسالہ مسمّی بہ "الکلام المجدی فی اثبات خروج المہدی" میں بھی اخبار مہدی کی تعدیل فرمائی ہے۔ اسی میں قرطبی کا قول نقل فرمایا ہے۔

قال القرطبی والأحادیث عن النبی صلعم فی خروج المهدی ثابتة

یعنی وہ احادیث کہ رسول اللہ صلعم نے خروج مہدی کے بارے میں فرمائی ہیں ثابت ہو چکی ہیں۔

طول سے کیا فائدہ - حافظ ابن قیم - ابن حجر - ملا علی قاری - ابن تیمیہ - امام شوکانی -
ابن جوزی وغیرہ سارے ہی محدثین علیہم الرحمۃ نے احادیث مہدی کو تسلیم کیا ہے اور
ان کی تعدیل کی ہے - اب ایک ابن خلدون جیسے بزرگ جو اس فن حدیث کے
امام بھی نہ تھے نہ محدث تھے اگر جرح کریں اور تمام فن حدیث کے امام اور محدثین
تعدیل فرمائیں تو ایمان سے کہیے اور خدا لگتی کہیے کہ کس کی بات ماننے کے قابل ہے -
تعجب ہے کہ آپ لوگ یا تو صحابی تک کے قول کو اگر ذرا مخالف ہو تو صاف کہہ جاتے
ہیں کہ یہ حجت نہیں اور اپنی دفعیہ میں ایک عالم کے ساختہ قول کو بطور حجت پیش کریں ببیں
تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا -

پھر آپ نے فرمایا ہے - کہ " اگر کوئی ان احادیث کے موضوع نہ ہونے پر اصرار کرے " - - - -
تا آخر قول - کہ " تسلیم کرنا ہوگا "

مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ مہدی کی احادیث ہیں اگر آپ کو جزئی اختلاف نظر آتا ہے
تو آپ اسقدر رو اویلا مچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کئی مہدیوں کا قائل ہونا پڑے گا - مگر
مسیح کے بارے میں جو اختلاف ہے اس سے بالکل چشم پوشی فرماتے ہیں - بلکہ ذرا بھی
فاسد عقیدہ ظاہر نہیں کرتے حالانکہ آپ کے مسلمات کے بموجب مسیح کی حدیثوں کے اختلاف
کی وجہ سے آپ کو کئی مسیحوں کا بھی قائل ہونا پڑیگا - جس طرح آپ مسیح کی حدیثوں میں
تطبیق دے لیتے ہیں - مہدی کی حدیثوں میں بھی اسی تکلیف کو گوارا فرمائیں ملاحظہ
ہو کہ صرف مقام نزول مسیح ہی کے بارے میں کس درجہ کا اختلاف ہے - اختصار کے

خیال سے یہ مختصر نمونہ کافی ہے۔

مقام نزول مسیح کے بارے میں اختلاف

اذ ھبط عیسیٰ بن مریم بشرقی دمشق عند المنارۃ البیضآء ۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام دمشق کے شرقی طرف منارہ بیضاء کے پاس اتریں گے۔

عن نواس بن سمعان۔ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۸

وعن اوس بن۔ طبرانی۔

فینزل الروحاء (تفسیر روح المعانی جلد ۲ ص ۲۱۳) روحا میں اتریں گے

روحا ایک مقام ہے مکہ کے راستہ میں مدینہ طیبہ و وادی صفرا کے درمیان۔

ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السمآء علی جبل افیق اماما ھادیا حکما عادلا الخ کنز العمال۔ حجج الکرامۃ ص ۴۲۳ نازل ہوں گے میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے کوہ افیق پر امام وہادی اور حاکم و عادل ہو کر۔

کوہ افیق ارض مقدس میں عکا کے قریب واقع ہے۔

مسیح کی مدت رہائش کے بارے میں اختلاف

فیمکث اربعین سنة - (کنز العمال جلد ۷ عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال رہیں گے صفحہ ۲۰۲)

حجج الکرامہ احوال عیسیٰ علیہ السلام میں صفحہ ۴۲۸ میں ہے

در روایتی چہل و پنج سال آمدہ	یعنے مسیح کے رہنے کی مدت کے بارے میں ایک روایت میں پینتالیس برس آیا ہے۔
و در روایتی نزد مسلم از ابن عمر ہفت سال آمدہ	ایک روایت میں صحیح مسلم شریف میں ابن عمر کی روایت سے سات سال آئے ہیں۔
و در روایتی از ابن عباس نزد نعیم بن حماد نوزدہ سال آمدہ	اور مسیح کے رہنے کی مدت کے بارے میں نعیم بن حماد کے پاس ابن عباس کی روایت سے اُنیس برس آئے ہیں۔

بمضمونِ العاقل تکفیہ الاشارہ اسی قدر کافی ہے۔ اب انصاف فرمائیے کہ اگر آپ کو بوجہ اختلاف احادیث کئی مہدیوں کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ تو یہاں کئی

مسیحوں کا کیوں قائل ہونا نہیں پڑتا۔ جو وجہ وہاں تھی یہاں بھی موجود و ظاہر ہے
رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مہدی کی کئی حدیثوں کا مضمون واقع بھی ہو چکا۔ اور
کئی افراد پر وہ مطابق بھی ہو چکیں۔ اسلئے ان افراد کو بھی مہدی برحق مانا جائے
یہ عجیب منطق ہے۔ کسی ایک آدھ حدیث کا کوئی فقرہ کسی پر منطبق ہو گیا۔ تو کیا
خوب بس اُسے مہدی برحق تسلیم کر لیا جائے یہی خیال تو آپ کے دھوکے کا باعث
ہوا ہے کہ آپ صادق کو شناخت نہ کریں گے۔ حدیثوں کا بحیثیت مجموعی کسی پر
مطابق ہونا ہی البتہ اُس کے صدق پر دال ہو سکتا ہے۔ مثلاً حضرت مہدی کے لئے۔

۱۔ اس کا بنی فاطمہ ہونا۔
۲۔ رسول کریم کے یعنی حضرت محمدؐ کے نام پر اُن کا نام ہونا۔
۳۔ سات برس تک زمین پر زندہ رہنا (یعنی دعویٰ کے بعد)
۴۔ عیسیٰؑ کے نزول کا منتظر رہنا۔
۵۔ مکہ معظمہ میں حطیم اور کعبہ کے درمیان بیعت کرانا۔
۶۔ مقام منا و مزدلفہ میں علی العموم ندای ظہور کا بلند ہونا۔
۷۔ پھر عیسیٰؑ کا نزول اور آپکا اقتدا کرنا۔
۸۔ عیسیٰؑ کا ارض مقدس میں نازل ہونا۔
۹۔ پھر آپکا دینی امور میں حاکم با اختیار ہونا جیسا کہ حدیث میں لفظ حکماً عدلاً
سے ثابت ہے۔

۱۰- جزیہ کو موقوف کر دینا- جو شریعت میں جائز ہے۔

۱۱- دینی لڑائی کو موقوف کر دینا- جو ہر طرح شریعت محمدی میں جائز ہے۔

۱۲- جبرئیل کا آپ پر نزول ہونا- وغیرہ وغیرہ- نیز توریت و انجیل و ادیان مختلفہ کی نبوآت کا اس کے حق میں پورا ہونا شرط ہے۔

یہ سب باتیں جو متفقہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے- آپ جس داعی الی اللہ میں پاویں- وہی قابل قبول اور مدعی صادق ہے- کیا یہ شروط آپ کے پیر و مرشد حضرت مغفور مرزا صاحب قادیان میں بطور جامعیت پائی جاتی ہیں؟

آپ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ مہدی کی حدیثوں کا منشاء و مراد بھی مسیح ہی ہے اور وجود ایک ہے نام دو- تو وہ اشخاص جن پر آپ کے نزدیک مہدی کی حدیثیں کاملاً پوری ہوتی ہیں- بعلاوہ مہدی ہونے کے وہی مسیح بھی ہوں گے- کیونکہ حسب فرمودہ جناب وجود ایک ہے نام دو- تب تو سارا قضیہ ہی اُٹھ گیا- لیجئے یہاں آ کر تو آپ نے خیر سے اپنی کاغذی ناؤ ڈبونے کی بھی فکر کر دی- کیونکہ جب مسیح جس کا دوسرا نام مہدی ہے ایک نہیں بلکہ کئی ہو چکے- تو پھر آپ کا سلسلہ کس کام کا رہا- اور جو کہیے کہ مثلیت کے دعوے کی رو سے یہ سلسلہ بھی اُنہی جیسا ہے- تب تو حقیقت عالم بالا معلوم شد۔

پھر آپ نے اختلاف کی مثال دی ہے- جو نسب مہدی کے بارے میں ہے اور گویا آپ کے نزدیک ان حدیثوں میں تطبیق نہیں ہو سکتی- کوئی ایسا دیا

یہ مثال دیتا تو جائز بھی تھا۔ مگر آپ کی شانِ علمی کے لائق یہ مثال نہ تھی۔

پہلے ہم آپ کو علم اصول کا ایک قاعدہ یاد دلادیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ اگر کوئی امر کسی خاص دلیل سے ثابت ہو تو اس کے خلاف عام دلیل سے تمسک کرنا جائز نہیں۔

جب یہ معلوم ہو چکا تو دیکھنا چاہئے۔ کہ ان عام و خاص میں کیا نسبت ہے عموم[۵۱] خصوص مطلق ہے یا عموم[۵۲] خصوص من وجہ۔

پھر یہ بھی علم اصول کا قاعدہ ہے کہ جب دو حدیثوں کے مضامین میں باہم مخالفت وتناقض ہو تو اُن میں جو حدیث روایت و درایت کی رو سے کوئی ترجیح رکھتی

---

۵۱ اصطلاح منطق میں عموم خصوص مطلق اُسے کہتے ہیں کہ ایک کلی عام ہو اور دوسری خاص جہاں خاص کلی صادق آئے اور جو شئے خاص کلی کی فرد ہو عام کلی بھی اُس پر صادق آئے اور جو شئے اس عام کلی کی فرد ہو مگر اس کا عکس نہ ہو۔ جیسے جاندار عام کلی ہے۔ اور آدمی خاص کلی ہے۔ ہر جاندار تو آدمی نہیں ہو سکتا۔ مگر ہر آدمی جاندار ہو سکتا ہے

۵۲ عموم خصوص من وجہ۔ اصطلاح منطق میں اُسے کہتے ہیں کہ ایک شئے جو کلی ہے دوسری کلی کی نسبت ایک حیثیت سے خاص اور دوسری حیثیت سے عام ہو۔ مثلاً۔ جاندار اور سفید رنگ

—— ۰ ٭٭٭ ۰ ——

ہوگی وُہی قابل اعتبار وعمل ہوگی - اور یہ بات ہم کو محدثین سے معلوم ہوجائیگی۔
اب آپ نے جو اختلاف دربارۂ نسب حضرت مہدی پیش کیا ہے اُسمیں
صرف اگر اختلاف ہے تو دو قسم کی حدیثوں میں ہے - باقی کسی میں اختلاف نہیں
چنانچہ آیندہ واضح ہوجائیگا -

وہ دو حدیثیں یہ ہیں کہ - مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا - اور ایک جگہ ہے
کہ مہدی بنی عباس سے ہوگا -

مگر جن حدیث میں مہدی کا بنی فاطمہ ہونا بیان کیا گیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں
اور جن میں بنی عباس ہونے کا ذکر ہے - وہ بحیثیت حدیث فقط تین چار حدیثیں
ہیں -

جو حدیثیں بنی فاطمہ ہونے کے بارے میں ہیں وہ نہایت درجہ صحیح اور دوسری
حدیثوں پر ہر طرح قابل ترجیح ہیں - چنانچہ حجج الکرامۃ صفحہ ۳۵۶ میں ہے -

غرضکہ احادیث بودن مہدی از اہل بیت نبوی وذریت فاطمی بحد شہرت واستفاضہ رسیدہ ودر صحاح مروی گشتہ واہل سنن بہ تخریجش پرداختہ ودر بعض

غرضکہ مہدی کے اہل بیت اور فاطمہ رض کے اولاد ہونے کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ شہرت واستفاضہ کی حد کو پہنچ گئی ہیں - اور صحاح میں روایت کی گئی ہے اور اہل سنن نے اُنہیں روایت کیا ہے - بعض میں ہے کہ وہ

تخصیص بہ اولاد حسن و در بعضے بہ اولاد حسین و در بعض بہر دو علی سبیل الترديد آمده و بعضے مطلق وارد شدہ کہ از عترت باشد یا از اہل بیت یا از بنی فاطمہ۔

داخبار وارده در بودن وے از آل عباس غریب یا ضعیف یا ماؤن اند

اولاد حسن سے ہوں گے اور بعض میں ہے کہ اولاد حسین سے ہوں گے اور بعض میں ہے کہ دونوں کی اولاد سے ہونگے۔ (یعنی والد حسنی اور والدہ حسینی یا اسکے برعکس) اور بعض میں مطلق وارد ہوا ہے کہ عترت سے ہوں گے یا اہل بیت سے یا بنی فاطمہ سے۔

اور وہ حدیثیں جو مہدی کی نسبت بنی عباس ہونے کے بارے میں آئی ہیں غریب ہیں یا ضعیف ہیں یا تاویل طلب ہیں۔

امام شوکانی نے توضیح میں مہدی کی نسبت جو بنی عباس ہونے کی احادیث ہیں ایک جگہ تین حدیثیں نقل کی ہیں پھر فرمایا ہے۔

ویمکن الجمع بین هذه الثلاثة الاحادیث وبین سائر الاحادیث المتقدمة مبانته من ولد العباس

ان تین حدیثوں اور تمام دوسری حدیثوں میں جو گذر چکیں اس طرح مطابقت ممکن ہے کہ وہ ماں کیطرف سے

من جهة امه فان امكن الجمع بهذا والا فاحاديث الله من ولد النبي صلى الله عليه وسلم ارجح - انتهى	ولد عباس ہوں گے - اگر اس طرح مطابقت ہو جائے - ورنہ وہ حدیثیں جن میں ذکر ہے کہ وہ آل رسول ہونگے زیادہ ترجیح کے لائق ہیں -

اور اصل بات تو یہ ہے کہ اولاد عباس میں جس مہدی کے ہونے کا ذکر ہے وہ اس اُمت محمدی کا مہدی موعود نہیں ہے - بدلیل اینکہ خود رسول اللہ نے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کیونکہ آپ کو وہ زمانہ دکھلایا گیا تھا کہ جس میں بنی عباس کی خلافت و بادشاہت ہونی تھی - چنانچہ یہ حال آپ پر اسقدر روشن تھا کہ آپ نے بانی خلافت سے لیکر اس کی اور دو پشتوں تک کے نام ظاہر فرمادیے جیسا کہ بیہقی - نعیم - اور خطیب نے روایت کی ہے -

منا السفاح ومنا المنصور - ومنا المهدی - سفاح - ومنصور اور مہدی ہم میں سے ہیں -

عبد اللہ ابو العباس سفاح جو پانچویں پشت میں حضرت عباس کا پوتا اور بانی خلافت بنی عباس تھا - ۱۳۲ھ ہجری میں تخت نشین ہوا اور ۱۳۶ھ میں فوت ہوا

ابو جعفر منصور دوانیقی اس کے بعد اپنے بھائی کی جگہ ۱۳۶ھ میں تخت نشین ہوا اور ۱۵۸ھ میں فوت ہوا -

پھر منصور کا بیٹا المہدی اسکے بعد اپنے باپ کے تخت پر ۱۵۸ھ ہجری میں

جانشین ہوا اور ۱۶۹ھ میں فوت ہوا۔

بس اس سلسلہ کے ساتھ مہدی کا نام لینا صاف عیاں کرتا ہے کہ بنی عباس میں جو بادشاہ مسمیٰ مہدی ہوا ہے اسی کے بارے میں وہ سب احادیث آئی ہیں چنانچہ بعض محدثین علیہم الرحمہ کا بھی یہی خیال ہے۔ منجملہ مولینا نواب صدیق حسن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"دوگویم و بود اوّل از ہمہ سفّاح۔ پس حمل ایں روایات بر خلیفہ عباسی مہدی نام انسب مقام است و محتمل کہ وصف او باوصاف مہدی موعود از قبیل ادراج باشد"۔

میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلے سفاح تھا۔ پس ان روایتوں کو مہدی نام والے خلیفہ عباسی پر تعبیر کرنا زیادہ تر مناسب مقام ہے۔ شاید کہ مہدی موعود کی صفات میں سے کوئی صفت بطور ادراج اسمیں ہو۔

پس جس قسم کی احادیث مہدی کے بنی فاطمہ ہونے کے بارے میں آئی ہیں اُسی قسم کی ایک حدیث نے وضاحت کردی کہ وہ بادشاہ سفاح کے بھائی منصور کا بیٹا ہوگا۔ پس مہدی موعود ان حدیثوں سے مستثنیٰ ہوگیا۔ اِسلئے اختلاف جو آپنے سمجھا تھا اب نہ رہا۔

دوسرا اختلاف جو آپ نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ مہدی آل عمر بن خطاب رضؓ سے ہوگا۔ اوّل تو اِس قول کی توثیق نہیں ہوئی۔ دوم یہ کہ اگر توثیق فرض بھی

کرلیجائے۔ تب بھی حضرت عمر بن الخطاب رض کے قول کو صحیح احادیث ثابتہ کے
ہم پلہ کوئی فرد اُمت محمدی بھی قرار نہیں دے سکتا۔ اسلئے کہ اختلاف میں ہم رتبہ
ہونا بھی شرط ہے اسلئے اختلاف ہی نہ رہا۔ اور وہ قول۔ صحیح حدیث کے مخالف
ہے۔ تو مقابل میں رد ہوگیا۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔

پھر بنو امیہ کی خلافت امویہ کے بانی معاویہ بن ابی سفیان جو حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کے رقیب سمجھے جاتے ہیں۔ اُن تک سے روایت ہے۔ کہ مہدی موعود علی کی
اولاد سے ہوگا۔ چنانچہ مستغفری نے عقبہ تک اپنی اسناد پہنچا کر کتاب دلائل
النبوۃ میں یہ روایت کی ہے کہ عقبہ بن عامر نے کہا کہ میں ایک روز معاویہ کے
ساتھ راستہ میں چلا جاتا تھا پس معاویہ کہنے لگے۔ واللہ خدا کی قسم میرے
نزدیک روئے زمین پر علی بن ابی طالب سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں ہے۔ انکے
اور میرے درمیان جو گذرا سو گذرا۔ میں جانتا ہوں کہ ان کی اولاد میں ایک شخص
روئے زمین کا مالک ہوگا۔ اور حق زندہ ہو جائیگا اور وہ زمانہ نیک لوگوں کا ہوگا
لوگ مشرق سے مغرب تک اس کی آمد کے لئے تیار اور منتظر ہونگے۔ یہ روایت
جواہر الاسرار قلمی۔ اور حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۴ و صفحہ ۳۵۵ میں ہے اور طبرانی نے
معجم کبیر اور معجم اوسط میں بھی بیان کی ہے۔

غرض مہدی کے بھی فاطمہ ہونے کی احادیث تو اسقدر اہمیت رکھتی ہیں کہ انہیں
آپ کے پیر و مرشد۔ حضرت میرزا قادیانی مغفور نے بھی بطور فخریہ اپنی نبوت ادعا

پر استدلال فرما کر ظاہر کیا ہے کہ میری دادیوں میں بھی بعض سیدانیاں تھیں
اس بات کے اظہار سے ان کی غرض یہی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس بات میں جو صحیح
حدیثیں ہیں اُن سے بالکل ہی الگ رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور پورے بنی فاطمہ بن جا
بھی ناممکن تھا۔ اسلئے یہی فقرہ چل جانا مناسب سمجھا۔ بہرحال اگر اِن حدیثوں ک
اقتدار ان کی نگاہ میں نہ ہوتا تو اس بیان کی ضرورت ہی کیا تھی۔ نہ آل عمر بن
الخطاب ہونا ظاہر کیا۔ نہ اپنی نانیوں دادیوں کو بھی عباس سے نسبت دی
پھر بنی فاطمہ سے کیوں دی۔ پس ظاہر اور بدیہی ہے کہ یہی حدیثیں ان کی نگاہ میں
نہایت ہی باوقعت تھیں۔ چنانچہ صاحبِ عسل مصفیٰ جو مرید خاص حضرت مغفور
مرزا قادیانی ہیں اپنی تصنیف (عسل مصفیٰ) جلد دوم صفحہ ۱۷۱ و صفحہ ۲۷۱ میں
تحریر فرماتے ہیں کہ "چونکہ حضرت مرزا صاحب کی دادی سادات میں سے تھی اِسلئے
مرزا صاحب بھی عترت میں داخل ہیں" انتہی (جس کے لئے مسیح ابن مریم بننا
اس سہولت و آسانی سے ممکن ہے تو عترت میں داخل ہونا کیا مشکل ہے)

جب یہ معلوم ہو چکا کہ بنی فاطمہ سے مہدی ہونے کی احادیث ارجح ہیں۔ اور
آل عباس اور آل عمر بن الخطاب سے بھی اُن کا نہ ہونا ثابت ہو چکا۔ تو آپ کے
پیش کئے ہوئے اختلافات آپ ہی رفع ہو گئے۔ مثلاً اولاد علی سے مہدی ہو گا
یہ عام ہے اور اس کے لئے دلیل خاص موجود ہے یعنی بنی فاطمہ سے ہونا۔ پس
دونوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ مہدی اولاد علی اور اولاد علی میں سے بنی فا

میں سے ہوگا۔

امام حسن اور امام حسین کی اولاد بھی بنی فاطمہ ہی ہوئی۔ لہٰذا اِن دونوں میں تطبیق یوں ہے کہ مہدی والد کے طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہوں یا برعکس جیسے ابن قیمؔ اور دیگر محدثین علیہم الرحمہ کا خیال ہے پس اختلاف مطلقاً نہ رہا۔

یہ قول کہ مہدی اہل بیت سے ہوگا۔ اور اہل بیت میں حمزہ و جعفر بھی شامل ہیں تو اُن کی اولاد سے بھی ہو سکتا ہے درست نہیں۔ کیونکہ بنی فاطمہ سے ہونے کے بارے میں جو نصؔ وارد ہے اُس کے سبب سے مہدی اہل بیت میں سے ہوگا۔ اور اہل بیت میں سے بنی فاطمہ میں سے۔ رہا وہ قول کہ مہدی قریش سے ہوگا۔ پس قریش میں سے ہونا عام ہے اور بنی فاطمہ میں سے ہونا خاص وہ مطلق ہے یہ مقیّد لہٰذا قریش بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ اختلاف کچھ نہیں ہے۔

یہ قول کہ اُمّت میں سے ہوگا۔ بنی فاطمہ کی نقیض نہیں بنی فاطمہ بھی اُمتی ہیں۔ لہٰذا اُمتی فاطمی ہوگا۔

اب رہی یہ بحث کہ مہدی موعود عیسیٰ ہی ہوگا۔ آپ نے اُس کو محققین کا مذہب بتایا۔ مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ محققین کون کون ہیں۔ بہرحال آپنے ایک حدیث پیش کی ہے۔ اور اُسے قرآن سے مدلل فرمایا ہے لہٰذا عرض ہے کہ یہ تو وہ مثل ہوئی

کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور۔ اور دکھانے کے اور۔

یا تو یہ شوراشوری کہ تمام مہدی کی احادیث بھی مجروح قرار دیدیں کہ اُن پر ابن خلدون نے جرح کی ہے اور اُن میں بعض راوی معیوب ہیں یا مجہول ہیں۔ یا یہ بے نمکی کہ دُنیا بھر کے محدثین نے جس حدیث پر جرح فرمائی ہے اُس پر یہ اعتبار و اعتماد کہ احادیث متواترہ ثابتہ کو اُن سے رد فرمادیا۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ جو حدیث آپ پیش فرمائیں گے۔ وہ صحیح مرفوع متصل سے کم درجہ ہوگی ہی نہیں۔ خیر تو چونکہ آپکے نزدیک بھی جرح مقدم ہے۔ اِسلئے ہم یہ عرض کردیں کہ حدیث لا المہدی اِلّا عیسیٰ کس قسم کی حدیث ہے اور محدثین اور اماماں فن حدیث نے اُسے کیا گردانا ہے

حافظ ابن قیّم نے منار میں اِس حدیث کے راویوں پر جرح فرمائی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ اس کے سلسلۂ روایت میں محمّد بن خالد جُندی متفرد ہے یعنی اکیلا روایت کرنے والا ہے۔ اور کتاب مناقب شافعی میں ہے کہ محمّد بن خالد اہل حدیث کے نزدیک غیر معروف ہے۔ اُسے کوئی نہیں پہچانتا کہ یہ کون حضرت ہیں۔ اِس کے ایک دوسرے راوی حسن النوی کا بھی یہی حال ہے نہیں معلوم کہ یہ کون ہے۔

بیہقی مشہور امام فن حدیث فرماتے ہیں کہ اِس حدیث میں محمّد بن خالد متفرد ہے۔ بیہقی کی یہ جرح اس حدیث کو ضعیف ٹھراتی ہے۔

حاکم جن کی مسند مشہور ہے اور فن حدیث کے امام ہیں۔ اِس حدیث پر جرح فرماتے ہیں او ضعیف گردانتے ہیں۔

جمال الدین محمد بن ابی الاشجر نے اپنے رسالہ الکلام المجدی فی اثبات خروج المھدی میں تحریر فرمایا ہے کہ حدیث لا مھدی الا عیسیٰ جو ابن ماجہ میں ہے اس کا جواب حدیث کے حافظوں۔ مثل ابی بکر بن العربی و ابن عبد البر اور قرطبیین وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ نے یہ دیا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ محمد بن خالد جندی سے انفراداً روایت کی گئی ہے۔ اور وہ شخص مجہول ہے اور بخاری علیہ الرحمہ نے اس پر اعتراض کیا ہے۔

مولینا نواب صدیق حسن خاںؒ فرماتے ہیں کہ سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف و مضطرب ہے۔ دوسری حدیث کے ساتھ معارض نہیں ہو سکتی اور خبر واحد ہونے کے لحاظ سے بہت سی احادیث ثابت شدہ سے مقاومت نہیں کر سکتی۔ اور قرطبی نے لکھا ہے کہ وہ حدیثیں جو خروج مہدی کی بابت رسول اللہ صلعم سے مروی ہیں ثابت ہو چکی ہیں اور اس حدیث سے زیادہ صحیح ہیں۔

اب اگر انصاف کوئی شے ہے تو جیسے آپ نے ابن خلدون جیسے ایک عالم کی جرح کو باوجود اس کے کہ وہ امام فن حدیث بھی نہیں ہیں تسلیم کر لیا ہے تو اب ان اماماں فن حدیث کی جرح کو بھی تسلیم فرمائیے۔ اور ان کی جرح کے مقابل میں کیونکہ ان سے بہت زیادہ افضل بزرگوں کی تعدیل و توثیق بر آمد ہو گئی اس لئے انکی جرح قابل اعتبار نہ رہی۔ مگر اس حدیث پر جرح قابل اعتبار ہے۔ تا وقتیکہ آپ ان سب اماماں فن حدیث کو رد نہ کریں۔ دوسرے یہ کہ اگر حدیث صحیح بھی فرض کیجائے تب بھی

بقول علامہ نواب صدیق حسنؒ خبر واحد اخبار متعددہ ثابتہ سے مقاومت نہیں کر سکتی
پھر محدث امام شوکانی نے توضیح میں اس حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ نہیں
ہے مہدی کامل مگر عیسیٰ۔
کیونکہ اس حدیث سے مہدی کے وجود کی نفی ہرگز برآمد نہیں ہوتی۔ اگر آپ ا
روئے انصاف توجہ فرمائیں۔
پھر بعض اہل تحقیق نے اس حدیث سے مہدی اور عیسیٰ میں کمال یگانگت مراد
لی ہے۔ اور اگر تدبّر فرمایا جاوے تو یہ معنی بھی بالکل درست ہیں۔ بلکہ اصل معنی یہی ہیں

جذبۂ عشق بحدیست میان من و تو
کہ رقیب آمد و نشناخت نشان من و تو

وما امرنا الّا واحد۔ نصّ قطعی ہے اور حدیث میں وارد ہے۔

الانبیاء اخوۃٌ لِعلاّتٍ امّھاتھم شتّٰی ودینھم واحد۔ الحدیث (رواہ احمد عن ابی ہریرۃ)	امام احمد بن حنبل حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انبیا سوتیلے بھائی ہیں ان کی مائیں جُدا جُدا ہیں۔ اور اُن کا دین ایک

لا نفرق بین احد من رُسُلہٖ اور ہم رسولوں میں سے کسی میں فرق نہیں کر
جب فرق اُٹھ گیا تو سب کی اصل ایک ہی رہگئی۔ کل نفس واحد۔ اور نور واحد
ہوئے۔ پس حدیث لامھدی الاعیسی کے یہ معنی ہوئے کہ ان دونوں بزرگوں کے

دو وجود اگرچہ الگ الگ ہیں۔ لیکن دونوں کا دین ایک ہی ہے دونوں نے ایک ہی سرچشمہ سے فیض حاصل کیا ہے۔ اور ایک ہی خدا کے حکم سے۔ ایک ہی امر مہم کی تاسیس کرنے کے لئے ظاہر ہوئے ہیں۔ دونوں کی حقیقت اور طینت ایک ہی ہے یعنی ان میں باہم انتہا کی یگانگت اور اتحاد ہے۔

"پھر آپ نے حضرت رسول کریم کو مثیل موسیٰ فرمایا" یہ متفقہ عقیدہ تمام فرق اسلام کا ہے۔ آمنا و صدقنا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کما کا لفظ واضح کر رہا ہے۔ سلسلۂ خلافت محمدیہ اُس طرح واقع ہو گا جس طرح سلسلۂ خلافت موسویہ واقع ہو چکا ہے۔ اور دونوں سلسلے نقطۂ ابتدائی سے لیکر انتہائی تک باہم متوازی خطوط کی طرح چلے جاتے ہیں" الخ"

اس بیان سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ چونکہ حضرت مسیح دین موسوی کے اکیلے موعود اور اُس کے آخری خلیفہ تھے۔ اِس لئے اِس سلسلۂ محمدی میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بس ایک ہی موعود ہو۔ اور اسلئے مہدی کا خیال باطل ہے۔ جس نے آپکا سارا بیان کما کی تشریح کا ضبط رکھا ہو گا۔ اُسے ضرور تعجب ہو گا کہ جہاں آپ نے ادنیٰ امور میں مشابہت ظاہر فرمائی وہاں امور عظیمہ کو نظر انداز فرما دیا۔ یعنی حضرت مسیح کے دعوے سے پہلے حضرت یحییٰ ابن ذکریا علیہما السلام کا ظہور جو کہ مسیح کی آمد کا نشان عظیمہ تھا آپ بھول گئے۔

انجیل میں وارد ہے کہ" اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ فقیہ پھر یہ

کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے - اُس نے جواب دیا ایلیاہ البتہ آئیگا
اور سب کچھ بحال کریگا - لیکن میں تم سے کہتا ہوں - کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے
اس کو نہیں پہچانا - - - - تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے یوحنا
بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے "

پس جس طرح کہ وہاں ایلیاہ کا آنا ضرور تھا - اور ایلیاہ مسیح سے پہلے آیا - اسیطرح
لفظ کسا کی مشابہت کے سبب یہاں بھی مہدی کا آنا مسیح سے پہلے ضرور ہے
بلکہ مشابہت اتم تو جب ہے کہ یہاں بھی مسیح مہدی سے بپتسمہ لے یعنی بیعت کرے
اصلاً حدیث میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے - کہ مہدی کے پیچھے عیسیٰ نماز
پڑھیں گے اور چونکہ نماز میں مقتدی امام کی پوری پیروی کرتا ہے اسی سبب سے
یہ واقعہ اِس استعارہ میں بیان فرمایا گیا ہے - چنانچہ مہدی موعود برحق وُہی
ہوگا کہ جس پر حدیث اور انجیل کے الفاظ مطابق آویں - اور شروع سے یوحنا کیطرح
اپنے بعد آنیوالے عظیم الشان ظہور کی سب کو بشارت دے کہ عنقریب وہ ظاہر ہو
والا ہے "جو میرے بعد آتا ہے - وہ مجھ سے زور آور ہے - میں اس کی جوتیاں اُٹھانے
کے لائق نہیں ہوں " پس جس جگہ یہ مشابہت پوری ہو وُہی حق ہے -

چنانچہ اِس مشابہت کی اہمیت آپ لوگوں کے دلوں میں بھی جو خود احمدی
فرقہ سے ہیں بہت ہے - اور اگرچہ اس کمی کو پورے طور سے محسوس بھی کرتے
ہیں مگر کھینچ تان کر بھی یہ نقصان کسی طرح پورا نہیں ہوتا اور معاملہ یوں اور بھی بگڑ

کہ خود حضرت مرزا صاحب مغفور نے اس قسم کی کوشش نہ کی اسلئے کہ جب ویسے ہی کام چلتا تھا تو اُن کو سعی نہ کرنا بجا بھی تھا۔ مگر بعض خاص مریدوں نے اپنا حق مریدی ادا بھی کیا۔ کیونکہ یہ بات تو حضرت مرزا صاحب کو سمجھانا تھی۔ صاحب عسل مصفیٰ جو احمدی فرقہ میں خاص رتبہ کے آدمی ہیں۔ اپنی کتاب مذکور طبع دوم جلد دوم کے صفحہ ۳۹۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے سید احمد بریلوی ہوئے ہیں۔ جو ہر صفر ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے تھے" پھر لکھتے ہیں۔ "یہ بزرگ بطور ارہاص کے مسیح موعود سے پہلے اسی طرح آئے تھے جسطرح حضرت مسیح ناصری سے پہلے حضرت یحییٰ ابن زکریا حضرت الیاس یا ایلیاہ کے بروز بنکر آئے تھے۔ اور مسیح کے لئے راستہ صاف کرنے کے لئے معین ہو چکے تھے" کاش جناب مرزا کو بھی یہ سوجھ جاتی تو اچھا ہوتا۔ اور صاحب عسل مصفیٰ پر تو یہی مصرع زیبا ہے۔ ع

سوجھی مگر افسوس بہت دیر میں سوجھی

پس واضح ہو گیا کہ اس کمی کے پورا کرنے میں احمدی صاحبان بھی سرگرداں ہیں کہ کس کو یحییٰ بنائیں۔

پھر دیکھیے کہ خود جناب مرزا صاحب مغفور براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۲۵ میں سید احمدؒ کا اسطرح ذکر فرماتے ہیں۔

"سید احمد صاحب بریلوی کی نسبت بھی کچھ ایسے ہی ان کے گروہ کے

لوگوں میں آج تک شائع ہیں گویا وہ بھی عیسیٰ کیطرح پھر آئیں گے۔ اور اگرچہ وہ پہلی آمد میں حضرت عیسیٰ کیطرح ناکام رہے۔ مگر دوسری مرتبہ خوب تلوار چلائیں گے اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ بڑے بڑے دعوے کر کے ناکام اور نامراد دُنیا سے چلے گئے اُن کی پردہ پوشی کے لئے یہ باتیں بنائی گئیں" یہاں سید احمدؒ کا ذکر جو مرزا صاحب نے کیا۔ صاف ذم کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو وہ نہ سوجھی جو صاحب عسل مصفیٰؐ کو سوجھی اور ان کو سوجھنے کا سبب یہ ہے۔ کہ جب وہ سلسلہ محمدی اور موسوی میں بال بھر تک کی مشابہتیں ثابت کرنے لگتے ہیں تو حضرت یحییٰ کا مثیل مرزا صاحب کے ساتھ بنا کر ان کی ضمیر اس مشابہت میں پورا نقص محسوس کرتی ہے مگر وہ نقص پورا نہیں ہو سکتا۔

قرآن شریف میں جہاں حضرت یحییٰ کی بشارت حضرت ذکریا کو دیگئی ہے وہاں ان کو حضرت مسیح کا گواہی دینے والا ظاہر کیا ہے ملاحظہ ہو۔ پارہ ۳۔ رکوع ۱۲

ان اللہ یبشرک بیحییٰ مصدقاً	اللہ آپ کو خوشخبر دیتا ہے یحییٰ نام فرزند
بکلمۃ من اللہ وسیداً	کی جو کلمۃ اللہ کی گواہی دیگا اور سردار
وحصوراً ونبیاً من	ہوگا۔ اور عورت کے پاس نجائے گا
الصالحین	اور نبی ہوگا نیکوں میں سے۔

تفسیر موضح القرآن میں حضرت شاہ عبد القادر رح کلمۃ اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

گواہی دیگا اللہ کے حکم کی یعنی مسیح کی جو حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے حضرت یحییٰ لوگوں کو آگے سے خبر دیتے تھے الخ۔ اس آیت میں حضرت یحییٰ کو سید فرمایا ہے یہاں یہ نکتہ مضمر ہے کہ مثیل یحییٰ جس کا نام اسلام میں مہدی ہے وہ بھی سید ہونگے۔

پس استدلال قرآنی آپ کے مخالف ہے بلکہ اس سے تو مہدی بنی فاطمہ کا صریحاً ثبوت برآمد ہوتا ہے لہٰذا احادیث لا مہدی الا عیسیٰ کے وہی معنی درست ہوں گے جو ہم نے کئے۔

پھر آپ نے فرمایا ہے کہ "توجہ فرمائیے کہ جو صفات یا فرائض عیسیٰ یا مہدی کیلئے احادیث میں درج ہیں الخ"

جنابعالی جبکہ مہدی اور مسیح کا زمانہ ایک ہے۔ تو پھر صفات و فرائض بھی ایک ہی ہونا چاہئیں۔ اور حدیث دینہم واحد پہلے سے عرض کر دی گئی ہے۔ یہ دونوں وجود چونکہ ہمعصر ہیں اس لئے کثرت باران۔ کثرت پیداوار اگر ایک کے وقت میں ہو تو دوسرے کے وقت میں آپ ہی ہوئی۔ امن و عدل و انصاف اگر ایک کے وقت میں ہو تو دوسرے کے وقت میں بھی ہوگا۔ لازمی بات ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔

مہدی کے بارے میں ہے "مقاتلہ کند بر سنت" ملاخطہ ہو حجج الکرامۃ صفحہ ۳۶۳ بہت سی حدیثیں مہدی کی جہاد کے بارے میں آئی ہیں۔ اسلئے یہ کہنا درست نہیں کہ مہدی کے وقت میں جنگ نہ ہوگی۔

فصل الخطاب کے صفحہ ۱۷۱ میں ہے۔
یعنی حدیث میں آیا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں خدا علم ظاہر کرے گا۔ اور لوگ امر اللہ
کے ساتھ قتال کریں گے۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر حجت پوری کریگا۔ چنانچہ
یہ سنّت قدیمہ ہے کہ ہر ایک زمانہ میں لوگ ظہورات الٰہی اور امر اللہ کے ساتھہ مقابلہ
کرتے چلے آئے ہیں اور اُن پر ایمان لانیوالوں کو کیسے کیسے عذاب اور شکنجوں میں
گرفتار کرکے ذلّت وخواری کے ساتھہ شہید کیا ہے البتہ مطابق حدیث بخاری یضع
الحرب۔ حضرت مسیح کے وقت میں جنگ نہوگی بلکہ آپ رسول اکرم صلعم، کے زمانہ
کے جیسے حروب کو موقوف کردیں گے۔ چنانچہ توریت میں بھی جا بجا ایسی پیشین
گوئیاں موجود ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ کو زمانہ صلح وسلامتی اور امن وانصاف فرمایا ہے
دیکھو کتاب نبوّت یسعیاہ فصل ۲۔ آیت ۲ سے ۵ تک۔
"آخری زمانہ میں ایسا ہوگا کہ خداوند کے گھر کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائیگا
اور ٹیلوں سے اونچا کیا جائیگا۔ اور ساری قومیں اس کی طرف روانہ ہونگی۔ بلکہ بہت
سے لوگ جائیں گے اور کہیں گے آؤ ہم خداوند کے پہاڑ پر چڑہیں اور یعقوب کے خدا
کے گھر میں۔ کہ وہ اپنی راہیں ہمکو بتلائیگا۔ اور ہم اس کے رستوں پر چلیں گے۔ کیونکہ
شریعت صیہون سے اور خداوند کا کلام یروسلم سے نکلیگا۔ اور وہ امتوں کے درمیان
عدالت کریگا اور بہت سے لوگوں کو ڈانٹیگا۔ اور وہ اپنی تلواروں کو توڑ کر پھالے
اور اپنے بھالوں کو ہنسوے بنا ڈالیں گے۔ اور قوم قوم پر تلوار نہ چلائیگی۔ اور وہ

پھر کبھی جنگ نہ سیکھیں گے۔

اور اسی طرح کا مضمون ہوسیع ن۲ آیہ ۱۸۔ اور زکریا ف۹ آیہ ۱۰۔ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے۔

"یہ دونوں ظہور مشرق سے ظاہر ہوں گے اور بیت المقدس یا ارض مقدس میں جائیں گے۔ اور مکہ معظمہ میں وارد ہونگے"۔ سب درست ہے۔ ان میں ناممکن کیا بات ہے۔ کیا دو وجود ایک ساتھہ اِن مقامات میں نہیں جا سکتے؟

سوال تو یہ ہے کہ جب آپ اِن حدیثوں کو پیش کرتے ہیں۔ تو ضرور یہ آپکے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔ اگرچہ اِن سب کا مصداق آپ نے ایک ہی شخص کو سمجھا تھا۔ مگر وہ ایک شخص یعنی آپ کے پیر و مرشد حضرت مغفور مرزا صاحب قادیان جو آپ کے عندیہ میں اِن حدیثوں کا مصداق ہیں۔ انکا ورود بھی ان کے جیتے جی کبھی مکہ معظمہ یا بیت المقدس میں ہوا؟ ورنہ یہ تو بڑی زیادتی ہے کہ جن حدیثوں کو آپ نہ مانیں اور بلا وجہ نہ مانیں۔ اِن کو ہمارے سامنے پیش کریں۔

آپ نے اِس بات سے کہ

مسیح کے لئے وارد ہے کہ بیت المقدس جائیگا مہدی کیلئے بھی یہی بات وارد ہے
مسیح کیلئے وارد ہے کہ مکہ معظمہ جائے گا۔ مہدی کیلئے بھی ایسا ہی وارد ہے

اس کے ساتھہ چند اور باتوں کو ملا کر نتیجہ نکالا تھا کہ مہدی اور مسیح معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص ہے اب وہ ایک ہی جسے آپ مہدی و مسیح کا مجموعہ قرار

دیتے ہیں اور جسے بہ مشکل آپ نے دو سے ایک بنایا تھا۔ اِن مقامات میں وارد نہیں ہوا۔ تو لیجئے وہ آدھا ہی رہگیا۔ اور آدھا بھی واجبی ہی۔

اب از روئے انصاف آپ پر اور تمام سامعین پر لازم ہے کہ ایسے مہدی و مسیح کو ڈھونڈ ہیں۔ جس نے مکہ معظمہ اور بیت المقدس میں وارد ہو کر اپنے امر کی مُنادی بلند کی ہو ۔جس کے بارے میں قرآن و حدیث اور کتب یہود و نصاریٰ و امم دیگر کی پیش گوئیاں بھی لبطور جامعیت صادق آویں۔

پھر آپنے فرمایا کہ "ایک اور حدیث بھی جو بالکل ہی فیصل ہے عرض کئے دیتا ہوں" اور ایک حدیث بھی پیش کی ہے جس میں اماماً مھدیاً کے الفاظ مسیح کے لئے آئے ہیں۔ جن سے آپ کے خیال میں مسیح ہی امام مہدی ہے۔

لفظ مہدی دلالت[1] وضعی و مطابقی کے روسے ہر ایک مرد صالح پر استعمال ہو سکتا ہے۔ اور دلالت وضعی و مطابقی کی روسے مسیح بھی مہدی

---

[1] اصطلاح منطق میں دلالت وضعی اسے کہتے ہیں کہ کوئی لفظ جو کسی خاص معنی کے لئے بنایا گیا ہے اور بولنے والا جب اُسے بولتا ہے تو سُننے والا اُس خاص معنی کے واسطے اُسے سمجھ لیتا ہے۔ تو یہ دلالت وضعی ہے۔ اور جب مطابق وضع استعمال ہو تو وہ دلالت مطابقی ہے۔

ہے مگر منقول[۱] شرعی کی روسے وہ ایک ہی شخص ہے جو قبل از مسیح ظہور فرمائیگا۔
دلالت وضعی کی مثال ایک حدیث میں وارد ہے۔

فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء المھدیین الراشدین (رواہ احمد بن حنبل وابوداؤد وترمذی)

بس تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور اُن خلفا کی سنت پر چلو جو مہدی اور رشید ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ مسیح ہی کا نام مہدی ہے۔ مگر اس حدیث میں خلفاء راشدین کا نام بھی مہدی ہے۔ جب وہ مہدی ہوئے تو مسیح بھی ہوئے۔ لیجئے قضیہ ہی فیصل ہوگیا نہ مہدی باقی رہا نہ مسیح۔

---

[۱] کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لفظ کے اصل معنی موضوع لہٗ بالکل متروک الاستعمال ہو کر دوسرے معنوں کے لئے لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے ایسے استعمال کو نقل اور لفظ منقول کہتے ہیں۔ اور جس خاص گروہ نے نقل کی ہو اُسی کی طرف منسوب کی جاتی ہے مثلاً ضرب کے لغوی معنے مارنا ہیں اور اصطلاح محاسبین میں خاص عمل حسابی کا نام ہے۔ تو لفظ ضرب منقول اہل ہندسہ کہا جائیگا۔ لفظ مہدی کے معنے لغت میں ہدایت پائے ہوئے کے ہیں۔ شرع والوں میں ایک خاص آدمی کا لقب ہے اس لئے منقول شرعی ہوا۔

پھر ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جریر کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔

اللھم اجعلہ ھادیًا مھدیًا۔	الٰہی اس کو ہادی اور مہدی بنا (ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۷ صہ ۱۹)

بس یہ استعمال دلالت وضعی کے رو سے ہے اور اس حدیث

المھدی من عترتی من ولدِ فاطمۃ (عن امّ سلمہ)	مہدی میری عترت فاطمہ کے اولاد سے ہے۔ (رواہ ابوداؤد وحاکم)

میں لفظ مہدی کا استعمال منقول شرعی ہے۔

پھر جیسا کہ رسول صلعم نے حضرت عیسیٰ کو امام مہدی فرمایا۔ ایسے ہی ابوذر غفاری کو مثیل عیسیٰ ابن مریم فرمایا چنانچہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۶۲ میں ایک حدیث ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

ومن سرّہ ان ینظرَ الی عیسی ابن مریمؑ فلینظر الیٰ ابی ذرِ الغفاری (رواہ ابن عساکرؒ)	جو شخص حضرت عیسیٰ ابن مریم کو دیکھنا چاہے پس وہ ابی ذر غفاری کو دیکھ لے۔

تو کیا حضرت عیسیٰ ہی کا آنا باطل ہوگا۔ بس جس طرح حضرت ابی ذر غفاری مسیح ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی مہدی ہیں۔

پھر آپنے فرمایا ہے کہ "مہدی کی اگرچہ حدیثیں صحیح بھی ہوں تو ان کا منشا و مراد بھی مسیح ہی ہے وجود ایک اور نام دو۔"

اگر میری تمام تقریریں آپنے بتدبر سماعت فرمایا ہوگا۔ توضرور واضح رائے عالی ہو چکا ہوگا کہ مہدی و مسیح دو وجود مقدس ثابت ہوتے ہیں۔

کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۱ میں مذکور ہے۔

لن تھلک امۃ انا فی اوّلھا و عیسی ابن مریم فی اٰخرھا والمھدی فی اوسطھا رواہ ابونعیم فی اخبار المہدی عن ابن عباس والحاکم فی تاریخہ وابن عساکر عن ابن عباس	یہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی جس کے اوّل میں۔ اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں مہدی ہے۔

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ یہ امت مرحومہ تین بابرکت وجودات سے مستفیض ہوگی۔ شروع میں تو حضرت خاتم النبیّین اور آخر میں مسیح۔ اور ان دونوں کے وسط میں امام مہدی آخر الزماں ہیں۔ پس واضح ہوا کہ مہدی و عیسیٰ دو الگ وجود ہیں۔

قاعدہ کی بات ہے۔ کہ اگر ایک ہی خیال جما کر اور تمام اُن باتوں کو جو اُس جمائے ہوئے خیال کے مخالف ہوں کسی نہ کسی طرح الٹی سیدھی تاویل کرکے اُسکے موافق و مطابق بنایا جاوے۔ تو ہر ایک بات کو خواہ وہ کیسی ہی نصوص بیّنہ سے کیوں نہ ثابت ہے۔ اُس جمے ہوئے خیال کے مطابق کر لینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ چنانچہ صاحب عسل مصفیٰ نصیحت فرماتے ہیں۔ کہ

"سب لوگوں کو اپنی توجہ اس طرف پھیرنی چاہیے کہ عیسیٰ کے سوا کوئی الگ مہدی نہیں اور اگر کہیں الگ مہدی کا ذکر آیا ہے تو اُس سے مراد نیک اور صالح آدمی ہے" جلد ۲ صفحہ ۱۴۵۔ اب اس ضد کا بھی کوئی علاج ہے کہ مہدی

کا الگ ذکر ہو تو اس سے نیک اور صالح آدمی مراد لیجائے۔ کیوں صاحب تو پھر
بقول حضرت مرزا صاحب مغفور قادیانی مسیح سے کسی سیاح کو مراد رکھنا کیوں
ناجائز ہے۔ پس مہدی تو یوں ٹالدیا جائے کہ اس سے مراد کوئی نیک اور صالح
مرد ہے اور مسیح کو یوں ٹالدیا جائے کہ اس سے مراد کوئی سیاح ہے۔ اللہ
اللہ خیر سلا!۔

حضرت من۔ قرآن و حدیث میں اگر انصاف سے اس مسئلہ کی چھان بین
کیجائے تو اصل امر ضرور واضح ہو جائیگا۔ قرآنی اشارات بھی بہتیرے ہیں جن سے
یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۸) اب جلسہ برخاست ہوا راستے میں میں نے مولوی عبدالقدوس صاحب سے پوچھا کہ آپ اس بحث میں کس کو حق پر سمجھتے ہیں۔

مولوی صاحب۔ میں نے احمدی کی تقریر سنتے ہی خیال کیا تھا کہ یہ نہایت زبردست و برجستہ ہے اور مجھے امید نہیں تھی کہ صوفی صاحب ایسا معقول مدلل کافی ووافی جواب دیں گے۔ میری رائے میں صوفی صاحب حق پر ہیں اور ان کا جواب اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق ہے۔

میں۔ تو کیا بھائی آپ عقیدے میں سچے ہیں۔

مولوی صاحب۔ ارے میاں عقیدے وقیدے کی بات رہنے دو۔ ابھی تو بحث ختم نہیں ہوئی صوفی صاحب نے ہمارے دوبارہ جمع ہونے کے لئے کہا ہے اور احمدی صاحب نے بھی پھر آنے کا وعدہ کیا ہے ابھی تو بہت کچھ سننا اور تحقیق کرنا باقی ہے۔

اب دوبارہ جو بحث ہوئی وہ نہایت معرکے کی ہے اُسمیں اُن تمام دلائل کی جو (جناب میرزا صاحب نے اپنے دعوے کی بابت پیش کئے ہیں) اُن پر عدم مطابقت ثابت کیگئی ہے امید ہے کہ ناظرین اُسے بھی رسالہ ہٰذا کے حصّہ دوم میں ضرور ملاحظہ فرما کر محظوظ ہوں گے۔

(المؤلف غلام کبریا)

لکل امة اجل اذا جاء اجلهم فلا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون
عمدة التنقیح
در
دعوت مہدی و مسیح
یعنے
سچا مہدی اور مسیح کون ہے
مرتبہ میر غلام کبریا
برہان صریح کا دوسرا حصہ

صحت نامہ

براہ کرم مطالعہ سے پیشتر کتاب کو حسب ذیل درست فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۲	آیت آیت	آیت
۸	۲	اور	اور نیز
۹	۱	کوہی	کو بھی
۱۲	۲	ابکار	ابکارا
۲۶	۱	فرماتے اور	فرماتے ہیں اور
۳۵	۹	چودہ صدی	تیرہ صدی
۳۹و۴۰	۷	یقین	تعیّن
۴۰	۳	کتاب ابکار	تمثیل ابکارا
۴۵	۴	ابکار	جناب کی پیش کردہ ابکار
״	۱	ہدایت	بدایت
۵۰	۱۴	فی الایمان	فی شعب الایمان
״	۸	سنہ ۱۲۶۰ھ میں تکمیل	سنہ ۱۲۶۰ھ میں بعد صحیح بخاری تکمیل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵	۷	زمین حجاز	زمین حجاز سے
۵۶	״	مسیح موعودہی	مسیح موعود وہی
۵۷	۵	صفحہ ۴۷	صفحہ ۴۷، (ازالۂ اوہام صفحہ ۸۲ سطر ۲)
۷	۱۵	ایسے عجز	اپنے عجز
۵۸	۲	اپنے	اپنے اپنے
۶۲	۱۳	کہیں روڑا	کہیں کا روڑا
۶۷	۷	وہی سندا	وہی تفسیریں سندا
۷۱	۷	دو	دہ
۷۷	۱۴	کسی ایک فرقے	کسی ایک ہی فرقے
۸۴	۱۰	حکم	کچھ
۹۵	۲	ہیں	ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہی بمبئی کا مکالمہ ابھی ختم نہیں ہوا بحث تو یہی تھی کہ مہدی اور
مسیح ایک ہی شخص ہے یا دو الگ الگ وجود ہیں، مفتی صاحب
کا جواب احمدی صاحب نے سنا تو بہت سٹ پٹائے، اور حاضرین
سب کے سب غش غش کر گئے، وقت جواب الجواب کا نہیں رہا تھا،
مجلس برخاست ہو گئی۔

دوسرے دن وقت مقررہ پر لوگ قبل از وقت جمع ہو گئے چونکہ
جلسہ خاص اور بوجہ مصلحت محدود ہوتا تھا اسلئے حاضرین کی
تعداد میں کوئی زیادتی نہ ہونی چاہیئے تھی مگر پھر بھی جلسہ دونا تھا۔
مفتی صاحب تشریف لائے ہی تھے کہ احمدی صاحب بھی
وارد ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے احمدی عالم کو مخاطب کیا

کہ "مولانا مفتی صاحب نے جو آپ کی تقریر کا کل جواب دیا تھا آپ اُسکا کچھ جواب دیجئے گا"

احمدی۔ "جی ہاں جواب ہی دینے کیلئے میں حاضر ہوا ہوں۔ مگر چونکہ میرا قیام اس جگہ زیادہ نہیں ہو سکتا، اور اگر جواب اور اُس کے جواب کا سلسلہ رہا تو مہینے گزر سکتے ہیں اور مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آج میں ایک اور طرز اختیار کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ جناب میرزا صاحب (میرزا غلام احمد قادیانی) پر موعود کے بارے میں جو تمام اخبار و آثار ہیں وہ بعینہ مطابق آتے ہیں یا نہیں۔ اگر آتے ہیں تو فیصل ہو گیا کہ وہی موعود ہیں۔ اور جن حقیقتوں کا انہوں نے انکشاف فرمایا ہے وہ حق ہیں۔ ورنہ یہ اصل و فرع سب غلط ہے۔ طالبان حق کے لئے یہ ایک بہتر راہ ہوگی جس سے منزل مقصود تک رسائی ممکن ہے ادہر ان جناب کی تقریر کا بھی جواب ہو جائے گا۔ کیونکہ جب حضرت میرزا صاحب مسیح برحق ثابت ہو گئے تو آپ کی تقریر خود بخود رد ہو گئی۔

پس اب میں اپنے مدعا کو چند مقاصد میں عرض کرتا ہوں اُمید کہ

سامعین بغور وخوض متوجہ رہیں۔

مقصد اول

نمبر اول۔ صحیح حدیث میں وارد ہے۔

لوکان الدین عند الثریا لتناولہ رجال من الفرس (رواہ الترمذی)	ترجمہ۔ اگر دین ثریا کے نزدیک ہوگا تو اہل فارس اُسکو اُتار کر لے آئینگے۔ (ترمذی نے روایت کیا)

صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث بتفسیر آیۂ کریمہ (سورۂ جمعہ)

واخرین منھم لما یلحقوا بھم وارد ہے۔

جسکا مطلب ہمارے حضرت اقدس (میرزا صاحب) نے حقیقۃ الوحی (صفحہ ۶۷) میں اسطرح رقم فرمایا ہے کہ "آنحضرت صلعم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یعنی آنیوالی قوم میں ایک نبی ہوگا۔ وہ آنحضرت صلعم کا بروز ہوگا۔ اسلئے اُس کے اصحاب آنحضرت صلعم کے اصحاب کہلائیں گے"۔ آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا وآخرین من الامۃ بلکہ یہ فرمایا ہے وآخرین منھم

اور ہر ایک جانتا ہے کہ منہم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف راجع ہے لہذا وہی فرقہ منہم میں داخل ہو سکتا ہے جسمیں ایسا رسول موجود ہو جو آنحضرت صلعم کا بروز ہے۔ اس مختصر کلام سے یہ بات خوب ظاہر ہو گئی کہ آیت قرانی اور اُس کی تفسیر یعنے حدیث نبوی میں ایک نبوت بروزی کی خبر ہے اور نیز یہ کہ موعود اسلامی فارسی الاصل ہے۔

نمبر ۲۔ اس کی تائید میں ایک امر اور عرض کر دوں کہ یہی حدیث یعنے لو کان الایمان صحیح ترمذی شریف میں آیت کریمہ

وان یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم	خدا چاہے تو تمہارے بدلے میں ایک دوسری قوم لے آئے جو تم سے بڑھکر ہو

کی تفسیر میں بھی واقع ہوئی ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلعم نے حسب نحواے روایت ترمذی اس آیت کی تفسیر **لو کان الایمان** الخ سے فرما کر واضح کر دیا کہ ایسی قوم ابنائے فارس یعنے رجل فارس والی قوم ہوگی اب تو موعود کا فارسی الاصل ہونا خوب ہویدا ہو گیا۔

ذرا دیکھئے تو سہی اگر معمولی طور سے فارسیوں کا مسلمان ہونا کوئی امر عظیم تھا تو ہزارہا دیگر اقوام کے لوگ بھی اسلام میں داخل ہوئے اور ہیں اہل فارس کو کیا فوقیت رہی ہاں فوقیت جب ہے کہ بعد رسول اللہ صلعم کوئی ایسا شخص اہل فارس سے ہونیوالا ہو جس کا پایہ بعد رسولؐ سب سے اونچا ہو چنانچہ ثم لایکونوا امثالکم سے بھی ایسا ہی کچھ ظاہر ہوتا ہے۔

یہ بھی ظاہر کردوں کہ میرزا صاحب فارسی الاصل ہیں چنانچہ اس امر کی تحقیقات مفصل ہمارے یہاں کی کتاب عسل مصفی میں موجود ہے جس کا مضمون ملخصاً عرض کیا جاتا ہے کہ میرزا صاحب ساسانی خاندان میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ اُن کا کوئی بزرگ سمرقند سے وارد ہندوستان ہوا تھا۔ سمرقند توران میں واقع ہے۔ اور توران و ایران فارس کے صوبے تھے۔ معجم البلدان یاقوت حموی میں لکھا ہے ؎

علت سمرقند ان یقال لہا۔ زین خراسان جنت الکوثر

؎ اسی مضمون کی عبارت عسل مصفی صفحہ ۱۸۱ جلد دوم میں بھی پائی گئی

سمرقند کا مرتبہ عالی ہے کیونکہ وہ خراسان کی زینت اور جنت الکوثر پُکارا جاتا ہے۔

یہ وہی سمرقند و خراسان ہیں جنکی بابت حدیث میں آیا ہے کہ۔

اذا رأیتم رایت السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی	جب دیکھو کہ خراسان کیطرف سے سیاہ جھنڈے آتے ہیں تو تم وہاں پہنچ جاؤ کیونکہ انہیں میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہونگے۔

رواہ احمد عن ثوبان

کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶ و حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۸

چنانچہ اسکی تاویل ہم اس طرح کرتے ہیں کہ میرزا ہادی بیگ ولد حاجی برلاس جو میرزا صاحب کے اجداد میں سے تھے خراسان سے گزرے تھے خیر اس حدیث کا تذکرہ تو حکایتاً آگیا جسکی تفصیل براہین احمدیہ جلد اول حالات حضرت مسیح موعود میں ملاحظہ فرمایئے

غرض یہ ہے کہ سمرقند خراسان میں ہے[۵۱] اُسوقت فارس کی حدود میں تھا نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ سمرقند داخل

---

۵۱ قریب قریب عسل مصفیٰ کی عبارت ہے۔ خصوصاً خط کشیدہ فقرے

حدود فارس تھا۔ اب جو سمرقند فارس میں نہیں ہے اس کی وجہ ملکی جغرافیہ کا تغیر و تبدل ہے۔ الحاصل یہ کہ میرزا صاحب کا مورث اعلیٰ سمرقند سے آیا تھا جو فارس کی حدود میں تھا اور میرزا صاحب کے بزرگ یزدجرد کی نسل سے ہیں جو ساسانی خاندان کا بادشاہِ فارس تھا۔ چونکہ اُس ملک میں بھی وہ ترک کہلاتے تھے جو مغلوں کی ایک شاخ ہے تو جب وہ سمرقند کو خیرباد کہکر ہندوستان میں آباد ہوئے تو بدستور مغل ہی کہلاتے رہے اور ممکن ہے وہ اپنی اصلیت بھول چکے ہوں جب حضرت مرزا صاحب پر الہام نے واضح کردیا کہ تم فارسی الاصل ہو تو اُنھوں نے اپنے آپ کو برخلاف خاندان فارسی النسل ظاہر کردیا پس حضرت مرزا صاحب کا فارسی الاصل ہونا ثابت ہوگیا۔

مقصد دوم

وقتِ ظہورِ موعود کے بارے میں۔

نمبر اول۔ ظہورِ موعود کا وقت چودھویں صدی ہے اور یہ دلائل بینہ سے ثابت ہے ملاحظہ ہو آیت کریمہ سورۂ مزمل۔ انا انزلنا علیکم رسولاً شاھداً کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا ہمنے تمھاری طرف

ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ اور آیت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم (سورہ نور) ان ایات کی تفسیر تقریر سابق[۱] میں مفصل عرض کیجا چکی ہے اس جگہ اسقدر عرض ہے کہ جب سلسلہ موسوی و احمدی آپس میں بکمال مماثل ٹھیرے تو جیسا کہ سلسلہ نبوت موسوی کی چودھویں صدی میں مسیح مبعوث ہوئے تھے ایسے ہی سلسلہ محمدی کی چودھویں صدی میں ایک موعود کا ظہور ضروری ہوا۔ آپکا یہ اعتراض کہ یحیی کی طرح مسیح آخر الزماں کے پہلے ہی کوئی شخص آئے جسے مہدی کہتے ہیں جب مشابہت پوری ہوگی۔ بیجا ہے تشبیہ کی تعریف کتب بلاغت میں آپنے ملاحظہ نہیں فرمائی۔ جناب مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ فرق ہونا لازمی ہے۔ اگر یہاں مسیح سے پہلے یحیی کی طرح کسیکو تسلیم نہ کیا جائے تو ہرج نہیں ہے کیونکہ اگر کچھ فرق ہی نہ ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ میں پھر تمیز ہی کیا رہی۔

آمدم برسر مطلب۔ تو اس آیت سے مسیح کا چودھویں صدی میں آنا

---

[۱] برہان صریح۔ حصہ اول۔ صفحہ ۶۲

ثابت ہوتا ہے۔ فہو المراد۔ پھر اگر آیت لیستخلفنہم کو ہی دیکھا جائے تو دلیل اور زبردست ہوجاتی ہے۔ کبھی آپ کہیں کہ چودہویں صدی تو ۱۳۹۹ تک پڑی ہے اس لئے یہ بات بھی ثابت کردوں کہ موعود سر صدی پر ہوگا۔

نمبر دوم۔ سنن بیہقی۔ ابی دواد۔ مستدرک حاکم میں بروایت حضرت ابوہریرہ یہ حدیث آئی ہے۔

اللہ اس امت کیلئے ہر ایک صدی کے شروع میں ایک شخص مبعوث کریگا جو اس امت کے دین کی تجدید کیا کریگا۔	ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مأت سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

اور کیونکہ مسیح موعود بھی ایک مجدد ہی ہے اسلئے اس کا ظہور بھی سر صدی پر ہونا چاہیئے۔ بس موعود کا صدی کے شروع میں ظاہر ہونا ثابت ہوا۔

نمبر سوم۔ الف ششم میں موعود کا ظاہر ہونا پایا جاتا ہے چنانچہ اس امر کا اظہار بھی کتب حضرت اقدس (میرزا صاحب) میں مدلل کیا گیا

ہے۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۱۸۹ پر یہ مضمون ہے کہ حضرت آدم کی پیدایش کے حساب سے الف ششم کا آخری حصہ آگیا جو بموجب آیت۔

ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون	تحقیق ایکدن تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہاری گنتی کے ایکہزار برس کی برابر ہے۔

چھٹے دن کے قایم مقام ہے سو ضرور تہا کہ اس چھٹے دن میں آدم پیدا ہوتا جو اپنی روحانی پیدایش کی رو سے مثیل مسیح ہے اسلیئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو مثیل مسیح اور نیز آدم الف ششم کر کے بھیجا ہے

چہارم۔ حضرت اقدس مرزا صاحب خود ازالہ اوہام میں (حصہ دوم صفحہ ۲۸۰) تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عاجز ایسے وقت میں آیا ہے جسوقت میں مسیح موعود کو آنا چاہیئے تھا کیونکہ الآیات بعد المائتین (جسکے یہ معنی ہیں کہ آیات کبریٰ تیرہویں صدی میں ظہور پذیر ہونگیں) اس پر قطعی و یقینی دلالت کرتی ہے کہ مسیح موعود کا تیرہویں صدی میں ظہور یا پیدایش واقع ہو۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ الآیات بعد المائتین یعنے بارہ سو برس گزرنے کے بعد علامات

شروع ہو جائیں گی۔ اور مہدی و مسیح و دجال کے نکلنے کا وقت آجائے گا۔

پنجم۔ ایک اور لطیف استدلال ہے جو حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۸ میں کیا ہے۔ وہو ہذا۔

حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود دنیا میں اُسوقت آئیگا جب علم قرآن زمین پر سے اُٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں اشارہ ہے لو کان الایمان الخ۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔ جو کمال طغیان اسکا اس سنہ ہجری میں شروع ہوگا جو آیت انا علی ذھاب بہٖ لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی سنہ ۱۲۷۴ھ و سنہ ۱۸۵۷ء۔

ششم۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک کشف ہے کہ انکو تاریخ ظہور مہدی کشفی طور پر چراغ دین کے لفظ میں معلوم ہوئی۔ یعنی سنہ ۱۲۶۸ھ

ہفتم۔ قدوۃ السالکین حضرت نعمت اللہ شاہ ولی نے بھی فرمایا ہے ؎

غین رکے سال چوں گزشت از سال ؛ بو العجب کاروبار مے بینم

انہوں نے بارہ سو برس کے گزر جانے پر ظہور مہدی بیان فرمایا ہے۔
ہشتم۔ دانیال نبی کی پیشینگوئی میں سنہ ۱۲۶۰ھ مقرر ہے اور انکار کی تمثیل کے مطابق خداوند کا آنا سنہ ۱۸۴۴ء میں ہوگا۔
نہم۔ دانیال نبی کی ایک اور پیشین گوئی ہے جسے حضرت میرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹ پر اس طرح رقم فرمایا ہے۔
"جسوقت سے دائمی قربانی موقوف کیجائے گی اور مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کیجائے گی ایکہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک ہے وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار دو سو پینتیس روز تک آتا ہے الخ۔ اس پیشین گوئی میں مسیح موعود کی خبر ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہونیوالا تھا۔ سو دانیال نبی نے اسکا یہ نشان دیا ہے کہ اسوقت سے جب یہود اپنی رسم قربانی سوختنی کو چھوڑ دیں گے (جو ہیکل کے آگے بکرے ذبح کرکے آگ میں جلاتے تھے) اور بد چلنیوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ۱۲۹۰ سال ہوں گے جب مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ دن سے مراد دانیال نبی کی کتاب میں سال ہے اور اس جگہ وہ نبی ہجری سال کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اسلامی فتح و غلبہ

کا پہلا سال ہے۔
چنانچہ یہ حضرت میرزا صاحب کے روحانی بلوغ کا زمانہ ہے۔

مقصد سوم

۱۔ جائے ظہور کے بارہ میں۔ ایک حدیث ہے جو جواہر الاسرار قلمی اور حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۲ پر منقول ہے۔ یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ
چنانچہ قادیان کو بھی لوگ کادیاں کہتے ہیں اور لوگوں کی عام بول چال میں کادی مشہور ہے جو کدعہ سے ملتا جلتا ہے۔
۲۔ قصبہ قادیان ۳۲ درجہ طولانی خط استوا میں واقع ہے اور یہ وہی طول بلد ہے جسمیں دمشق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دمشق سے اس کی سمت مشرقی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ مسیح موعود کا نزول جانب شرق دمشق سے ہوگا اور مہدی کے بارے میں کہ وہ مشرق سے آئیگا بکثرت روایات آئی ہیں۔

مقصد چہارم

بعض علامات مخصوصہ کے بیان میں۔

۱۔ کسوف و خسوف ماہ رمضان جو سنن دارقطنی کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے میرزا صاحب کے وقت میں ہوا ایسا خسوف و کسوف ماہ رمضان میں کبھی نہیں ہوا۔ حدیثوں میں مہدی موعود کی یہ خاص علامت بیان کیگئی ہے۔ یہ ۱۳۱۱ھ میں ہو چکا۔

۲۔ ستارہ ذوالسنین جو ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں نکل چکا حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ ستارہ ذوالسنین نے طلوع کیا وہی ستارہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں نکلا تھا۔ جسکی نسبت حدیثوں میں پیشین گوئی کیگئی تھی کہ وہ آخر زماں یعنے مسیح موعود کے وقت میں نکلے گا (دیکھو اقتراب الساعۃ۔ نعیم بن حماد۔ مکتوبات امام ربانی) ایام الصلح حضرت مرزا صاحب ص۶۷

۳۔ عن کعب قال یطلع من المشرق قبل خروج المہدی نجم لہ ذنب یضیٔ مہدی سے پہلے مشرق کی طرف سے ایک ستارہ نکلیگا جسکی ایک

روشن دم ہوگی۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے سے قبل یہ ستارہ ۱۲۷۵ھ میں نکل چکا ہے۔

۴۔ آفتاب سے ایک نشان ظاہر ہوگا یہ بھی امام آخرالزماں کے ظہور کی علامت ہے دیکھو روایت بیہقی و نعیم بن حماد۔ چنانچہ یہ نشان بھی ۱۳۰۰ھ میں ہو چکا۔ دیکھئے اخبار منظہر العجائب مدراس نمبر ۳۴ جلد ۵ مورخہ ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ جس میں تحریر ہے کہ "طلوع و غروب کے وقت آفتاب سبز نظر آیا اور شمس کی شعاعیں بالکل بے رونق تھیں"۔

۵۔ ریل۔ ڈاک۔ پریس۔ تار وغیرہ کا مروج ہونا۔ یہ بھی علامات مہدی آخرالزماں سے ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اپنے رسائل مصنفہ میں بارہا انکا ذکر کیا ہے دیکھو ایام الصلح ص۵۳ اور اس سلسلہ کی دیگر کتب مثل مسک العارف مصنفہ احسن المتکلمین علامہ سید محمد احسن امروہی وعسل مصفی اخنمیں ان امور کا مع الفاظِ حدیث کے ذکر ہے میں نے بلحاظ اختصار اجمال پر اکتفا کی۔

۶۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ شہابوں کا کثرت سے گرنا کسی نبی کے آنے پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ نشان بھی

اس مسیح موعود کی ذات بابرکات پر صادق آیا کیونکہ ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کو
بہت کثرت سے شہاب گرے۔ کہ تمام ولایات کے اخبارات نے
حیرت ظاہر کی۔ دیکھئے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۱۰ مصنفہ حضرت مرزا صاحب
اسقدر بیان محقق انصاف پسند کے لیے کفایت کرتا ہے۔ یہ کیسے
ہو سکتا ہے کہ تمام اخبار و آثار و علامات ایک وقت میں پورے ہو رہی
ہوں اور ایک شخص مدعی بھی موجود ہو اور پھر یہ تمام امور اسپر مطابق
اور صادق آتے ہوں اور پھر وہ اپنے دعوے پر برحق و راست نہ سمجھا جائے
اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر سچا کون ہے۔ کوئی نہ کوئی تو ضرور ہونا چاہیئے۔
اور کیونکہ وقت مقررہ پر سوائے مرزا صاحب کے کسی نے دعویٰ نہیں
کیا اسلئے مرزا صاحب ضرور مسیح موعود ہیں اب انکی یہ تشریح بھی
کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے ضرور راست و حق ہے۔
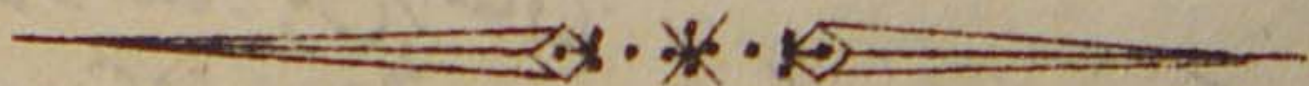
مفتی صاحب نے فرمایا کہ آداب مناظرہ تو یہ تھا کہ اول جناب میری تقریر سابق کا بہ تمام وکمال جواب دیتے مگر خیر اگر بعض وجوہ مانع ہیں تو مضایقہ نہیں پھر مولوی صاحب کی تقریر کی داد دی اور فرمایا کہ حبذا آپ نے اسوقت نہایت خوش اسلوبی سے تمام احمدی دلائل کا نچوڑ نہایت اختصار کے ساتھ پیشکش سامعین فرمایا مگر یہ عصارہ بھی جتنا چھانئے گا کرکرا ہی رہے گا۔

مقصد اول کا جواب

مقصد اول میں جناب والا نے جو کچھ فرمایا اس کا ماحصل یہ ہے کہ موعود فارسی الاصل ہوگا اور میرزا صاحب فارسی الاصل ہیں مگر جو احادیث بر سبیل دلائل بیان فرمائی گئیں اور خواہ مخواہ جناب مرزا صاحب پر چسپاں کیگئیں یہ آپ صاحبوں کی محض نازک خیالی ہے (حضور یہ حاضر کی کلیاں نہیں ہیں کہ جو چاہے زیب دستار کرلے۔)

حدیث لو کان الایمان سے میرزا صاحب کو کوئی لگاؤ ہی نہیں۔ بوجوہات ذیل

وجہ اول ۔ صحیح بخاری ۔ صحیح مسلم ۔ ترمذی شریف ۔ بیہقی شریف میں رجال

من الفرس کے الفاظ ہیں۔

ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے اپنی کتاب حلیہ میں اور شیرازی نے قیس ابن سعد کی روایت سے اپنی کتاب القاب میں اس حدیث کو بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

لو کان الایمان معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس | یعنے اگر ایمان ثریا ستارے کے نزدیک ہو جائے تو بھی ایک قوم ابنائے فارس میں سے اسے لے آئیگی۔

اس گذارش کی وضاحت یہ ہے کہ تمام صحیح طرق میں لفظ رجال یا قوم کا لفظ ہے۔

رجال جمع ہے بہت سے لوگوں کے مجمع کو کہتے ہیں۔

قوم بھی بہت سے افراد کے مجموعے کا نام ہے۔

تو اس حدیث کا مصداق پورا ایک فرقہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ جناب مرزا صاحب نے بھی اپنے الفاظ میں یہی فرمایا ہے "کہ ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا"

وجہ دوم۔ وجہ اول کی تائید میں عرض کیا جاتا ہے کہ صحیح ترمذی میں یہ

حدیث جیسا کہ جناب نے ابھی بیان فرمایا تفسیر آیت وان یستبدل قوما غیرکم الخ واقع ہے قوما غیرکم کی تفسیر رجال من الفرس سے کی گئی ہے اس لئے بالکل صاف ظاہر ہو گیا کہ ایک وقت میں بہت سے فارس والے جو اُسوقت میں بھی ایرانی کہلائیں گے اس حدیث و آیت کا مصداق ہوں گے۔ علی ہذالقیاس آخرین منہم کے الفاظ سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس آیت اور حدیث کا مصداق ایک گروہ ہے۔

وجہ سوم۔ رجال من الفرس سے یہ بھی ہویدا ہے کہ جس زمانہ میں یہ لوگ ہونگے ایران میں ہونگے اور ایرانی کہلائیں گے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فارس یہاں ظرف مکان ہے اور من اس جگہ مرادف فی ہے اور بجائے حرف ظرف ہے۔ کتب نحو و لغت ملاحظہ فرما لیجئے تشفی کے لئے دو مثالیں عرض کر دیتا ہوں۔ ملاحظہ ہوں آیات کریمہ جن میں حرف من مرادف فی مستعمل ہوا ہے۔

۱۔ ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرکٌ فی السمٰوٰت	ترجمہ۔ دکھاؤ تو مجھکو کیا بنایا اُنہوں نے زمین میں۔ الخ

۲- اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ | روزِ جمعہ میں، جب نماز کو بلایا جائے۔

اکثر حرف من مرادف فی مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں بھی ہے۔

لہٰذا حدیث یہی بتلاتی ہے کہ یہ ایرانی فرقہ ہوگا اور ایران میں ہوگا اب فرمائیے کہ اِس حدیث کو جناب مرزا صاحب سے کیا لگاؤ تھا نہ تو ان پر رجال کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ نہ وہ ایرانی ہو سکتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ وہ فارسی الاصل ہیں خوب! یہ منطق بھی خوب رہی فارسی الاصل ہیں تو ہوا کریں فارسی الاصل تو آدھا جہان پڑا ہے جناب ہر شخص تو صاحب عسل مصفّٰی نہیں ہو سکتا۔ جنہوں نے برسوں تحقیق کر کے مرزا صاحب کو فارسی الاصل بنا دیا یہ تو اللہ میاں کی بڑی زبردستی ہے کہ کہلوایا رجال من الفرس اور آپ کے زعم میں مراد رکھی رجال من الھند لوگ شجرے دیکھیں نسب نامے پڑھیں تاریخ کی ورق گردانیاں کریں تو کہیں نتیجہ پر پہنچیں کہ صاحب حدیث کے سید ہے سادے لفظوں کو الٹی کھیر نہ بنائیے آخر خدا کا خوف بھی کوئی

چیز ہے یا نہیں ہو نتوکل کو سندھ کا پرسوں کو کابل کا اترسوں کو روس کا بھی کوئی نہ کوئی کہدے گا کہ میں بھی فارسی الاصل ہوں اور اس حدیث کا مصداق ہوں کہ کسی زمانے میں یہ ملک بھی فارس کی حدود میں داخل تھے۔ امریکہ کے ڈوئی کو نہ سوجھی نہیں تو وہ بھی کہہ دیتا کہ میں بھی فارسی الاصل ہوں ثبوت میں الہام پیش کر دیتا۔ تاریخی ثبوت نہ وہاں ہے نہ یہاں چنانچہ مرزا صاحب تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں " ہاں میرے پاس فارسی الاصل ہونے کیلئے بجز الہام الہی کے اور کوئی ثبوت نہیں ص۱۸ " کیا خوب یہ الہام کیا ہوا مان نہ مان میں تیرا مہمان ہوا۔ (اگرچہ ہم یہ نہیں کہتے کہ پیشینگوئیوں میں ابہام یا استعارات نہیں ہوتے ضرور ہوتے ہیں مگر مقابلے کے وقت اسی کو ترجیح دیجاتی ہے جو پیشینگوئیوں کا اُن کے ظاہری معانی میں کامل مصداق ہو۔)

فارسی الاصل بنتے کیا دیر لگتی ہے آپ کے یہاں تو سید چٹکیوں میں بنتا ہے۔ چنانچہ جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میری دادیوں

پرداد یوں میں سے کوئی سیدانی بھی تھی اسلئے میں بھی عترت میں داخل ہوں اور دنیا کے سیدوں کی سیادت میں تو ہمیں شبہ بھی رہیگا مگر آپ کو تو اپنی آنکھوں سے سیّد بنتے دیکھ لیا۔ ہرچہ شک آرد کافر گردد۔
اب میں آپ کی اس تحقیقات پر متوجہ ہوتا ہوں جو آپنے مرزا صاحب کے فارسی النسل ہونے کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ تعجب ہے کہ اس امر کے متعلق آپ صاحبان مختلف الرائے ہیں۔
چنانچہ جناب مرزا صاحب نے تو ایک صاف فیصلہ فرمادیا ہے ملاحظہ ہو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸ سطر ۲۴۔
"ہاں میرے پاس فارسی ہونے کیلئے بجز الہام الہی کے اور کچھ ثبوت نہیں"۔
مگر مریدوں نے حق مریدی ادا کیا۔ پیران نمی پرند مگر مریداں مے پرانند۔ معراج الدین عمر براہین احمدیہ حالات حضرت مسیح موعود میں مرزا صاحب کو قوم برلاس کی نسل سے بتاتے ہیں جس نسل سے تیمور تھا یعنے تاتاری چنگیز خانی اور آپ یزدجرد کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اُس ملک میں بھی وہ ترک ہی کہلاتے رہے جو مغلوں کی ایک شاخ ہیں مگر جب وہ ترک نہ تھے تو اُنھوں نے یہ لقب کیوں اختیار کیا مانا کہ وہاں تو لوگ اُنہیں خواہ مخواہ زبردستی ترک اور مغل کہتے تھے مگر جب وہ وارد ہندوستان ہوئے تو پھر اپنے آپ کیوں مرزا اور بیگ کہلانے لگے۔

اس کا جواب آپ دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ اپنی اصلیت بھول گئے۔ وہ تو اپنی اصلیت بھول گئے مگر آپ کو یاد رہی اگرچہ آپ کے بھی یاد دلائے نہ مرزا صاحب کو یاد ہوئی نہ اُن کے خاندان کو کیونکہ آپ نے صاحب عسل مصفیٰ کی تحقیق کو اختیار کیا ہے لہذا گذارش ہے کہ وہ ایک یہ اصول بھی مقرر فرماتے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۴ جلد ۲۔ (عسل مصفی)

"بعض قومیں یا افراد اپنے وطن کو ترک کر کے کسی دوسرے ملک میں جا بستے ہیں تو اُس ملک کے باشندے ہونے کی وجہ سے وہ بھی اسی ملک کی اقوام میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ہندوستان میں رہتے ہیں خواہ وہ مغل ہوں یا پٹھان سیّد ہوں یا

قریش ہندو ہوں یا مسلمان سب کے سب دیگر ممالک کے لوگوں
کی نظر میں ہندی سمجھے جاتے اور ہندی کہلاتے ہیں کسی کو شک ہو
تو عرب میں جا کر دیکھ لے عرب کے لوگ سب ہندوستان سے
جانیوالوں کو ہندی کہتے ہیں۔

اس اصول سے بھی مرزا صاحب ہندی ہوئے اور رسول
عربیؐ نے رجل فارس کہہ کر ایرانی رجل مراد رکھی ہے۔ نسل کا بیان
نہیں ہے بلکہ جگہ کا ہے جو جس جگہ کا ہوتا ہے وہیں کا کہلاتا ہے
پس میرزا صاحب ہندی ہی رہیں گے اور فارسی نہیں کہلائینگے

اب اور تماشہ دیکھیے کہ ادھر تو آپ صاحبوں نے اُنہیں فارسی
الاصل بنانے کی کوشش میں سارے دماغ کا گودا صرف کر دیا
اُدھر ابن عربی کی ایک ہی شہ میں وہ چینی رجل بن گئے اور اس شدومد
سے کہ جس کی حد نہیں۔ انہیں ابن عربی کا ایک قول نظر آ گیا کہ
خاتمِ ولایت چینی اصل ہوگا تو اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی
میں جو پہلی بہت سی باتوں کی ناسخ بھی سمجھی جاتی ہے صہ ۱۰۲ کے
حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "ہمارا خاندان جو اپنی شہرت کے لحاظ

سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے اس پیشین گوئی کا مصداق ہے
اگرچہ سچ وہی ہے جو خدا نے فرمایا کہ یہ خاندان فارسی الاصل ہے
مگر یہ تو یقینی اور مشہود اور محسوس ہے کہ اکثر مائیں ہماری مغلیہ خاندان
سے ہیں اور وہ صینی الاصل ہیں یعنے چین کی رہنے والی۔"
وہی اصول جو عترت ہونے میں برتا ہے یہاں بھی برتا گیا ہے۔
کیونکہ نسب ناموں میں ماؤں کی تحقیق ذرا کٹھن ہے۔ اس لئے
سید بننا چاہا تو کہدیا کہ کوئی دادی ہماری سید بھی تھی۔ فارسی
الاصل بنے تو کہدیا کہ ہماری بعض دادیاں ایرانی بھی تھیں۔ اور
چینی الاصل بننا ہوا تو کہدیا کہ بعض مائیں چین کی رہنے والی تھیں
بہرحال یہاں چینی الاصل ہونا یقینی مشہود اور محسوس زوردار
الفاظ سے ظاہر کیا ہے۔ اور بیچارے مریدوں پر ذرا رحم نہیں فرمایا
جنہوں نے اپنی تحقیقاتوں میں دماغ خرچ کر دئے۔ جناب والا
آپ کے صاحب عسل مصفیٰ نے معلوم نہیں کس سرور میں
تحقیقات فرمائی تھی۔ مگر اب اُن کے بھی ہوش بجا ہوتے جاتے
ہیں اور وہ بھی اپنے سارے کئے کرائے کو ابن عربی کی پیشگوئی

پر قربان فرماتے اور یوں خامہ فرسا ہیں "رہا اُن کا چین میں ہونا سو یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت میرزا صاحب کے آباؤ اجداد سمرقند سے آئے تھے۔ دیکھو آئینہ کمالات اسلام۔ جہاں خود حضرت مرزا صاحب نے لکھدیا ہے کہ ہمارے بزرگ ترک وطن کرکے سمرقند سے ہندوستان میں آئے تھے اور صاف ظاہر ہے کہ سمرقند چینی تاتار میں واقع ہے۔ اور چینی تاتار داخل چین ہے جس سے واضح ہوگیا کہ حضرت مرزا صاحب بموجب کشف حضرت محی الدین ابن عربی چین میں ہوئے" (عسل مصفی جلد ۲ صفحہ ۴۵۲) جی چین میں بھی کیسے کچھ خاص ہانگ کانگ میں ہوئے وہ تو ہانگ کانگ ہی کا بگڑ کر قادیان ہوگیا ہے مگر بیچارے سمرقند کی مفت میں شامت آئی ہوئی ہے آپ حدود فارس میں فرماتے ہیں اور اسے صاحب عسل مصفیٰ کی تحقیقات جتلاتے ہیں پھر وہ اور جناب مرزا صاحب خود اُسے چینی تاتار میں گردانتے ہیں بڑے اعجوبے کی بات ہے کہ کبھی وہ فارس میں ہوجاتا ہے اور کبھی چین میں۔ (کیوں نہ ہو کرامت اولیا برحق ہے) اور پھر مرزا صاحب تو خاتم الاولیا ٹھیرے اور

آپ اون کی امت۔

مگر حافظ کی چشم بصیرت نے آپ کے سمرقند و بخارا کو پہلے ہی سینت دیا ہے۔ فرمایا ہے۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا

بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

آپ نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب نے الہام کے سبب اپنے آپ کو برخلاف خاندان فارسی الاصل ہونا ظاہر کردیا۔ برخلاف خاندان تو واقعی ظاہر کردیا کیونکہ الہام نے دل ٹہار کہا ہے اور الہام بہی کیسا کہ جو خدائی فوجدار ہے جس کے آگے بیچون وچرا گردن جھکا دینی چاہیئے۔ مگر معلوم بہی تو ہو کہ وہ الہام ایسا کونسا ہے جس پر اتنی دہاک بٹھائی جا رہی ہے تو حضور حقیقت عالم بالا معلوم شد یہاں تو الہام سے بہی پورا نہیں پڑتا۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵ سطر ۲۴ پر جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

یہ الہام اس زمانے کا ہے جب اس دعوی کا نام و نشان بہی نتھا یعنے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے

اور وہ یہ ہے "خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس" اے ابناء فارس توحید اور خالص توحید اختیار کرو۔

سامعین یہ اصل ہے جس پر اس مقصد کا سارا ہوائی محل تیار کیا گیا تھا۔ اب اپنی عقل سے کون لڑے جو یہ سمجھے کہ اس الہام سے مرزا صاحب کا فارسی الاصل ہونا ظاہر ہوتا ہے کھنگی اور فرسودگی کا ہی سبب ہے۔ جو اس الہام کے بخیے ادھڑ گئے اگر نیا نویلا ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی۔

الہام میں تو یہ ہے کہ اے ابنائے فارس، یعنے اہل ایران، توحید اختیار کرو۔ یہ نہیں ہے کہ تو ابناے فارس میں سے ہے اس قبیل کے تو اور بھی الہام ہیں مثلاً ایک الہام ہے کہ اوقد لی یا ہامان۔ اے ہامان میرے لئے آگ جلا۔ تو کیا نعوذ باللہ یہ لازم آیا کہ آنحضرت ایسے ویسے ہیں۔

ہاں بعد میں کتنے ہی الہام اس بارے میں ہو گئے ہوں ان سے بحث نہیں ہے۔

میرے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ۔

۱۔ حدیث میں جو لفظ رجال یا قوم واقع ہے اُس سے مراد ایک فرقہ ہے جو فارسی ہے اسکا اطلاق مرزا صاحب پر نہیں ہوسکتا۔

۲۔ حرفِ من مرادف فی ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ یہ فرقہ ایران میں ہوگا۔

۳۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس فارسی الاصل ہونیکا سوائے الہام کے کوئی ثبوت نہیں۔

۴۔ جو اپنا الہام وہ خود اس بارے میں ظاہر کرتے ہیں اُس سے انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا اور اُن کا الہام دوسروں پر حجت نہیں جو انہیں ملہم نہیں جانتے۔

۵۔ وہ یعنے مرزا صاحب اپنا چینی الاصل ہونا یقینی مشہود اور محسوس ظاہر فرماتے ہیں۔

۶۔ جو جہاں کا ہوتا ہے وہیں کا کہلاتا ہے مرزا صاحب ہندی کہلائیں گے۔ اور جو فارس میں ہوگا وہ فارسی کہلائے گا۔ کیونکہ اس حدیث میں نسب کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ جگہہ کا بیان ہے۔

۷۔ اللہ میاں نعوذ باللہ ایسے نہیں ہیں کہ کہیں ایران کی اور مراد

رکھیں ہندوستان کی۔
بہت امور اسی امر پر دلالت کرتے ہیں کہ مہدی ایران میں ہوں گے۔
اولاً ۔ وہی خراسان والی حدیث ہے جسے آپ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ اور یہ حدیث اِس امر کی موید ہے کہ مہدی فارس میں ہوں گے۔
آپ نے جو اِس حدیث کی تاویل فرمائی ہے اُس سے بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔
مولانائے مکرم۔ حدیث کے الفاظ پر بھی غور فرمایئے۔ تاویل کیجئے مگر تاویل کو عمرعیار کی زنبیل نہ بنایئے۔ حدیث کا معاملہ ہے۔ دین کی بات ہے۔ کہاں مرزا صاحب اور کہاں مرزا ہادی بیگ۔ نہ وہاں سیاہ جھنڈے نہ خلیفۃ اللہ المہدی۔ اگر سامعین میں سے کوئی کہدے کہ آپ نے جسقدر دلائل مرزا صاحب کے موعود ہونے کے بارے میں از مقصد اول تا مقصد چہارم بیان فرمائے اگر وہ مرزا صاحب پر راست بھی آتے ہوں تب بھی یہ مراد ہے کہ مرزا صاحب کی اولاد سے موعود پیدا ہو گا یعنے موعود مرزا صاحب کی

پشت میں ہے۔ جس طرح خراسان والی حدیث مرزا ہادی بیگ پر راست آگئی مگر پھر بھی وہ مہدی نہ تھا۔ بلکہ مہدی اس کی پشت میں تھا اور اب کیونکہ زمانہ نزدیک بھی آتا جاتا ہے اسلئے آپ کی زعمیہ حدیثیں مرزا صاحب پر زیادہ مطابق آتی جاتی ہیں مگر ابھی کیونکہ بہت کسر ہے اسلئے مرزا صاحب کی پشت میں مہدی ہے میرزا صاحب خود مہدی نہیں ہیں تو آپ کیا جواب دیں گے۔ سامعین پر آپ کی تاویل کا رکیک ہونا ظاہر ہوگیا ہے اور نیز جناب والا پر بھی۔

۲- حجج الکرامہ صفحہ ۳۷۶ پر ہے۔ وفارس دشمن مسلمان باشند و مقاتلہ ایشاں با مہدی اگر مسلمان اند مثل مقاتلہ بعض اسلامیان با بعض باشد۔

اور فارس والے مسلمانوں کے دشمن ہونگے اور انکا مہدی کے ساتھ مقاتلہ کرنا اگر مسلمان ہیں تو بعض مسلمانوں کا بعض مسلمانوں سے مقاتلہ کرنیکی طرح ہوگا۔

ایرانیوں کا مہدی سے جنگ وجدال اور قتل و غارت جبھی ہوسکتا ہے جب مہدی ایران میں ہوں۔

۴۳۔ شیخ ابن عربی جنکے کشف نے آپکے دعوے فارسی الاصل کا پردہ کھولدیا۔ مہدی کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ (حجج الکرامہ صہ ۳۸۲)

اور ارجال الہیون باشند وہمہ اعاجم باشند نیست درایشان عربی۔ مگر کلام نکنند مگر درعربی۔ ایشان را حافظے است کہ از جنس ایشان نیست وگاہے عصیان خدا نکردہ۔ و وے اخص وزرا وافضل امناء او باشد۔ مراد بایں حافظ عیسیٰ علیہ السلام است زیرا کہ جز پیغمبران کسے معصوم نیست۔

اُس کے ساتھ مردان الہی ہونگے۔ اور یہ سب عجمی ہونگے۔ اُن میں عربی کوئی نہ ہوگا۔ مگر بات عربی کے سوا نہ کرینگے۔ اُنکے لئے ایک حافظ ہے جو انکی جنس سے نہیں ہے اور اُسنے کبھی گناہ نہیں کیا۔ اور یہ مہدی کا وزیر خاص اور دوسروں سے افضل ہوگا۔ اس حافظ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ سوائے پیغمبر کوئی معصوم نہیں

عجمی ایرانی کہلاتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خانصاحب حجج الکرامہ صہ ۳۸۳ پر فرماتے ہیں کہ اطلاق عجم اگرچہ بر ما سوائے عرب مے آید لیکن اطلاقش بر فرس غالب است۔ یعنے عجم کا

اطلاق فارس پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس گواہی نے بھی ظاہر کر دیا کہ مہدی علیہ السلام ایران میں ہونگے اور اُن کے اصحاب ایرانی ہوں گے۔

۴۔ ایک حدیث ہے جسے حاکم اور دیلمی نے ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

واعظم نصیباً فی الاسلام اہل فارس | اسلام میں بڑی نصیبے والی اہل فارس ہیں

اہل فارس خاص ایران کے باشندے ہوئے اور وہ نصیبے والے بقول جناب اور بقول صاحب عسل مصفیٰ جب ہی ہو سکتے ہیں کہ بعد رسول اللہ صلعم کوئی ایسا شخص اہل فارس سے ہونیوالا ہو جس کا پایہ بہت اونچا ہو۔ چنانچہ ثم لا یکونوا امثالکم سے بھی ایسا ہی کچھ ظاہر ہوتا ہے۔

جتنی چھان بین اور غور کیجئے یہ بات صاف ہوتی جائے گی کہ مھدی ایران میں ظاہر ہونگے۔

چنانچہ حضرت سید علی محمد باب نے ایران کے شہر شیراز میں ظہور فرمایا اور اپنا موعود ہونا ثابت کیا۔

لوکان الایمان والی حدیث آپ پر بعینہٖ مطابق ہے کیونکہ آپ اور
آپ کے اصحاب سب ایرانی تھے اس لئے رجال اور قوم کے الفاظ
آپ پر بکلی مطابق آتے ہیں۔ من الفرس کے الفاظ بالکل راست آتے
ہیں آپ کے فارس ہونے کیلئے کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ عیاں
راچہ بیاں۔ جاہل سے جاہل اور عالم سے عالم کو آپ کے اہلِ فارس
ہونے میں کلام و شک نہیں ہوسکتا۔
آپ کے سیاہ جھنڈے بھی خراسان کو گئے اور وہ حدیث بھی حضرت
باب پر بدرجہ اولیٰ پوری ہوئی کسی تاویل کی ضرورت نہیں ملاحظہ ہوں
اس فرقہ کی کتابیں۔
فارس کے مسلمانوں نے آپ کے ساتھ مقاتلہ بھی کیا۔
آپ کے اصحاب بھی عجمی تھے یعنے ایرانی۔ اور اُن کے لئے ایک
حافظ نگاہدارندہ بھی تھے جو اصل میں اُن کی جنس یعنے نوع صحابیت
سے نہ تھے۔ کیونکہ معصوم تھے۔ اور اخص وزرا اور افضل امنا رتھے اور
بھی تھے جو مسیح ہو کر ظاہر ہوئے۔ پس یہ نصیب اہل فارس کا تھا اُن
کو مل گیا۔

جواب مقصد دوم

مقصد دوم میں جناب نے وقت مقرر فرمانے کی کوشش کی ہے۔

نمبر اول وہی پرانا آموختہ دہرایا ہے مطلب جناب کا یہ ہے کہ کیونکہ سلسلہ موسوی و محمدی باہم مشابہ ہیں تو جس طرح وہاں چودہویں صدی میں مسیح علیہ السلام ہوئے تھے یہاں بھی چودہویں ہی صدی میں مسیح موعود ہونا چاہیئے مگر اس امر کو آپ نے ثابت کرنے کی ذرا توجہ نہ فرمائی کہ مسیح علیہ السلام جناب کلیم اللہ سے چودہویں صدی کے سر پر ہوئے تھے۔ یہ امر ہرگز درست نہیں کہ حضرت موسیٰ سے مسیح علیہ السلام چودہ صدی بعد ہوئے۔ اگرچہ ان سنین میں بہت اختلاف ہے۔ اور اسی اختلاف سے آپ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ مگر تحقیق کے بعد ناکام رہیئے گا۔

آپ نے بعض علمائے یہود کے خیال سے فائدہ اٹھانا چاہا ہے مگر واضح رائے عالی ہو کہ بالفعل تمام یہودی اور پروٹسٹنٹ عیسائی اس زمانے کو جو عبری کتاب ہائے اقدس میں ہے صحیح مانتے ہیں۔

مگر آپ کا حساب کسی صورت سے درست نہیں آتا چنانچہ نقشہ ذیل
ملاحظہ ہو۔

سنہ عبری کے موافق موسیٰؑ کی پیدایش ۲۴۳۳ھ پیدائش عالم میں
ہوئی اور مسیح کی ۴۰۰۰ھ میں فرق ۱۵۶۷ سال۔

سنہ یونانی سیپٹواجنٹ کے مطابق پیدایش موسیٰ ۳۸۱۹ھ
پیدایش میں اور مسیح کی ۵۳۸۶ھ میں فرق ۱۵۶۷ سال۔

سنہ سامری کے موافق پیدایش موسیٰؑ ۲۷۴۵ھ پیدایش میں ہوئی
اور مسیح کی ۴۳۰۵ھ میں فرق ۱۵۶۰ سال۔

محققین کے نزدیک پیدایش مسیح پیدائش موسی علیہ السلام سے
۱۵۷۱ برس بعد ہوئی۔

مولانا سید محمد حسن مورخ و محقق امروہی کے حساب سے بعثت
موسیٰؑ سے بعثت مسیحؑ ۱۴۸۱ برس میں یعنی آخر پندرہویں صدی میں
ہوئی۔ ملاحظہ ہو تفسیر غایت البرہان کا مقدمہ۔

سر سید احمد خاں صاحب کی تحقیقات سے بعثت موسیٰؑ سے بعثت
مسیح ۱۵۲۱ سال میں ہوئی۔ یہ حساب بھی نہایت صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تبیین الکلام جلد اول۔

نواب صدیق حسن خانصاحب اور پُرانے مورخین اسلام کے حساب سے اٹھارہویں صدی میں بعد موسیٰ علیہ السلام مسیح علیہ السلام ہوئے۔

اب میں یہ امر فیصل عرض کرتا ہوں کہ عبرانی یونانی اور سامری تمام اس بات پر متفق ہیں کہ بعثت ابراہیم علیہ السلام سنہ مسیحی سے ۱۹۲۱ برس قبل ہوئی اور سنہ عیسوی پیدائش مسیح سے ۴ سال بعد مقرر ہوا تو پیدائش مسیح سے ۱۹۱۷ سال قبل بعثت ابراہیم علیہ السلام ہوئی۔

طامس رابنسن صاحب پادری توریت فارسی سنہ ۱۸۲۸ء کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ۔

ہمہ متفق الکلام بریں معنے شدند کہ ابراہام یک ہزار نہصد و بست و یکسال قبل از سنہ ولادت حضرت مسیح مبعوث شد۔

بعثت ابراہیمؑ سے پیدائش موسیٰؑ باتفاق یہود و عیسائی ۳۴۶ سال کے زمانے میں ہوئی۔ پس ۱۹۱۷ سے ۳۴۶ نکالے تو ۱۵۷۱ رہے۔ یعنے پیدائش مسیحؑ پیدائش موسیٰؑ سے ۱۵۷۱ سال میں ہوئی

یعنے سولھویں صدی کا نصف گزر جانے کے بعد۔ یہ حساب بکمال صحیح
ہے اور تمام مورخوں و محققوں کا اسپر اتفاق ہے۔
اگر اس محققانہ بیان سے بھی آپ کی تشفی نہ ہوئی ہو تو اب میں
خود آپ کے مسیح موعود سے فیصلہ کرا دیتا ہوں غالباً اُن کے
فیصلے میں تو آپ کو کچھ عذر نہ رہے گا۔ ملاحظہ فرمایئے ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۵
"موسیٰ سے بائیس سو برس بعد رسول کریم ہوئے"
حضرت عیسیٰ سے بعثت نبوی ۶۰۹ برس میں ہوئی۔ اب ۶۰۹
کو بائیس سو میں سے نکال دیجئے۔ تو ۱۵۹۱ رہجاتے ہیں تو جناب مرزا صاحب
کے حساب سے حضرت موسیٰ سے مسیح علیہ السلام سولھویں صدی
کے آخر میں ہوئے یہ فیصلہ آپ کیلئے ناطق ہے۔
پس حسبیر آپ کے مقصد دوم کا دارومدار تھا وہی جاتا رہا۔
اور مشبہ و مشبہ بہ کی تشریح میں جو کچھ جناب نے فرمایا ہے کمال کیا
ہے اگر اسوقت صاحب مطول ہوتا تو کیا کرتا حضور کے یہاں تو
فرق ہی فرق ہے مشابہت تو کسی امر میں بھی نہیں لیجئے یہ چودھویں
صدی کی مشابہت بھی اُٹھ گئی۔

فصل سات دانیال میں غور کرنے سے اور کتاب ملاکی فصل ۴
سے بھی اس بات کی تصریح ہوتی ہے کہ ایلیا خداوند کے خوفناک
دن سے پہلے آسمان سے آئیگا۔ جیسا کہ ظہور اولیٰ مسیح میں یحییٰ بروح
ایلیا آیا تھا پس یہاں بھی روح ایلیا باسم مہدی و قایم ظہور ثانی کا
مسیح سے پہلے آنا ضروری ہے۔ مماثلت اور مشابہت کے علاوہ
اُس کے آنے کی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔

نمبر دوم۔ کے بارے میں عرض ہے کہ چودھویں صدی ہی کا یقین
اُٹھ گیا اب سر آپ کے کس کام کا ہے۔

دوسرے یہ کہ مہدی اور مسیح اس قید سے باہر ہیں۔ کیونکہ وہ اُس
سلک میں نہیں ہیں جس میں اور مجددین ہوئے۔ کیونکہ اُن کی نوع
اعلیٰ و ارفع ہے۔ وہ قایم امر اللہ ہیں۔ یوں گو وہ مجدد بھی ہیں۔ مومن بھی
ہیں۔ مسلمان بھی ہیں۔ مگر ایک عالی مسلمان اور اُن میں بڑا فرق ہے ہر
ایک عالی مومن اور اُن میں بڑا فرق ہے۔ ایک عالی مجدد اور انمیں
بڑا فرق ہے۔ وہ اُن حدود اور قیود سے آزاد ہیں جو ایک مجدد کیلئے
لازم ہیں۔ سوم یہ کہ علمائے اسلام و اہل سنت نے بذریعہ کشف یا قیاس

جو اُن کے لئے سنہ مقرر کئے ہیں۔ اُن سے بھی سر صدی پر ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سنہ ۱۲۶۸ھ وغیرہ کتاب دانیال کے سنہ ۱۲۶۰۔ کتاب ایکار کے سنہ ۱۸۴۴ء براے مہدی اور کتاب دانیال کے سنہ ۱۲۹۰ھ براے مسیح جو آپ نے بھی بیان فرمائے۔

چہارم یہ کہ آپ صاحبان تو مرزا صاحب کے اثبات کیلئے منہاج نبوت پیش کیا کرتے ہیں نہ کہ منہاج مجددیت۔ پس منہاج نبوت سے سر صدی کا یقین لازم نہیں آتا۔ کیونکہ تمام انبیا علیہ السلام صدی کے سروں پر مبعوث نہیں ہوے۔ آپ نے تو اُن کی خبر کو نبوت بروزی کی خبر بیان فرمایا ہے یاد فرمائیے مقصد اول نمبر اول پس جب اُن کا مرتبہ نبوت بروزی کا مرتبہ ہے تو واقعی اُسے ثابت کرنے کیلئے منہاج نبوت ہی کی ضرورت ہے۔

نمبر سوم۔ کے جواب میں عرض ہے کہ محققین کے نزدیک آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سنہ ۱۸۷۲ء تک چھ ہزار پورا ہوتا ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو کتاب سِلّی نیل ڈان جلد ۲ یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ جسمیں تحریر ہے کہ "اب سنہ ۱۸۷۲ء کے بعد ہم لازمی طور سے ساتویں

ہزار میں داخل ہوتے ہیں جسکا ابتدائی حصہ ہمارے خداوند یسوع کا زمانہ ہے"۔

(۲) کتاب لارڈس ریٹرن صـ۲۳ میں تحریر ہے۔

"ہماری سمجھ میں مسیح کے دُنیا میں موجود ہونے کا وقت موسم خزان ۱۸۷۴ء سے شروع ہو گیا ہے اور اِسکے لئے قوی ثبوت ہیں"۔

پس اِس حساب سے جناب مرزا صاحب کو تیرہویں صدی میں ہونا چاہیئے تھا نہ چودہویں صدی میں البتہ الف ششم کے آخری حصہ میں جناب حضرت بہاؑ اللہ عز اسمہٗ نے دعوئے مسیحیت فرمایا ہے۔ اور ساتویں ہزار کا ابتدائی حصہ بیشک آپ کا زمانہ ہے۔

نمبر چہارم کے جواب میں عرض ہے کہ لفظ بعد المأتین سے مراد دو صدیاں ختم ہو کر تیسری صدی ہے یعنے ایکہزار کے بعد تیسری صدی اور وہ تیرہویں صدی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کے لئے یہ حدیث مفید نہیں۔ کیونکہ الہام نے عہدۂ مسیحائی چودہویں صدی میں بخشا ہے۔ پس اگر یہ جایز ہے کہ بعد المأتین سے چودہویں صدی مراد لیجائے تو پندرہویں اور سولہویں صدی کیوں نہ مراد لیجائے

جو لفظ لبعد المأتین کا فائدہ تہا وہی آپ اُٹھائے دیتے ہیں تب تو
استقبال کا طویل سلسلہ پڑا ہے اور کہیں روک ٹوک نہیں۔
آپ مرزا صاحب کے الفاظ بیان فرماتے ہیں کہ آیات کبریٰ
تیرھویں صدی میں ظہور پذیر ہوں گی۔ تو حضور ظہور مہدی و مسیح بھی
آیات کبریٰ ہی میں سے ہے۔ اور علماء اہل سنت والجماعت اون
کے ظہور کو آیات کبریٰ ہی میں سے گردانتے ہیں۔ اور جناب والا مطلب
تو ظہور سے ہے نہ کہ پیدائش سے۔ پیدائش میں کوئی اہمیت نہیں
ہے بلکہ اہمیت ظہور میں ہے۔ مگر اس سے کیا آپ کا مطلب تو
مطلب سیدھا کرنے سے ہے نہ احقاق حق سے۔
نمبر پنجم کے جواب میں عرض ہے کہ اس لطیف استدلال سے بھی
تیرھویں صدی ہی ثابت ہوتی ہے۔ قرآن تو اٹھایا جائے
سنہ ۱۲۷۴ ہجری میں اور کمال جہل شیوع پا جائے اور کمال طغیان اس
سنہ سے شروع ہو۔ اور مہدی ثریا پر سے کہیں چودھویں صدی میں
اگر اُسے اُتارے۔ تو آخر اس درمیان زمانے میں لوگوں کے لئے
کون سا دستور العمل ہے واللہ آپ کی بھی منطق نرالی ہے۔ مدعا

تو چودھویں صدی ثابت کرتا ہے مگر دلیل ہر ایک تیرھویں صدی ہی کی پیش کیجا رہی ہے۔

نمبر ششم کے جواب میں عرض ہے کہ شاہ صاحب محدث دہلوی کے کشف سے آپ کو کیا حاصل۔ اس سے بھی تیرھویں ہی صدی ثابت ہے چودھویں کا تو کہیں نام ہی نہیں آتا۔

شاہ صاحب کا کشف بالکل درست ہے کیونکہ ۱۲۶۸ھ کا زمانہ حضرت باب کے عہد مہدویت میں داخل ہے کیونکہ حضرت بہاء اللہ نے ابھی ظہور نہیں فرمایا تھا۔

نمبر ہفتم کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت قدوۃ السالکین کے شعر سے بھی تیرھویں ہی صدی عیاں ہے۔ اس شعر میں دست برد فرمائی گئی ہے۔ لفظ سال مکرر آنا شعرا جانتے ہیں کہ کیسا قبیح ہے۔ اصل شعر تو اس طرح ہے

غین رے سین چوں گزشت از سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

یعنے ۱۲۶۰ سال کے گزرنے پر کاروبار عجب نظر آرہا ہے۔

مدعا تو آپ کا تیرہویں صدی کو تین تیرہ کرنا تھا۔ مگر چودہویں صدی کا سر خود اُڑا جاتا ہے۔ بندہ کی خدمت یاد رہے کہ اس شعر کو از پاس خاطر جناب چودہویں صدی سے زیادہ قریب کر دیا یعنے جو کسی نے اسمیں تصرف کیا تھا اُس سے جناب کو آگاہ کر دیا۔

حیرانی کی بات ہے کہ آپ صاحبان اس شعر کو اکثر بر نوک زباں لے آیا کرتے ہیں مگر کسی وقت یہ بھی تو غور کیجئے کہ اس میں تیرہویں صدی کا ذکر ہے یا چودہویں کا اور مرزا صاحب کو اس شعر سے کیا لگاوہے اگر موعود کے ظہور کا اس میں ذکر ہے تو صاف ہے کہ تیرہویں صدی کا بیان ہے اور مرزا صاحب نے تیرہویں صدی میں دعویٰ نہیں فرمایا۔ اگر موعود کا اس میں ذکر نہیں ہے تو جناب مرزا صاحب نے خود اور جناب کے پیر بھائیوں اور جناب نے اسے کیوں پیش فرمایا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

پس اس شعر کے مطابق تیرہویں صدی میں اور صحیح شعر کے مطابق سنہ ۱۲۶۰ھ میں حضرت باب نے ظہور فرمایا یہ ان پر مطابق ہے مرزا صاحب سے ہرگز مطابقت نہیں رکھتا۔

نمبر ہشتم - کے جواب میں عرض ہے کہ دانیال کی پیشینگوئی بھی یعنے
سنہ ۱۲۶۰ھ مرزا صاحب پر پوری نہیں ہوتی - کیونکہ مرزا صاحب کا ظہور
چودہوین صدی میں ہوا البتہ یہ پیشین گوئی حضرت باب پر بعینہ پوری
ہوئی کہ آپ نے سنہ ۱۲۶۰ھ میں ظہور فرمایا - ابکار کی پیشینگوئی بھی حضرت
باب پر بعینہ پوری ہوئی کہ آپ نے سنہ ۱۸۴۴ع میں ظہور فرمایا مرزا صاحب
سے ان پیشین گوئیوں کو کیا تعلق - دیکھئے حضرت باب پر یہ پیشینگوئیاں
کیسی بعینہ راست آتی ہیں کہ ایک دن کا بھی فرق نہیں رہتا - یوں
سچے اور جھوٹے کا فرق ظاہر ہوا کرتا ہے -
نمبر نہم - کے جواب میں عرض ہے کہ یہ پیشینگوئی حضرت بہاء اللہ
عز اسمہ پر راست آتی ہے اور ۱۲۹۰ آپ ہی پر مطابق آتے ہیں -
اس تاریخ کی ہدایت یوم اعلان نبوت حضرت محمد صلعم سے ہے اور
یہ بعثت کے تین سال بعد ہوا - کیونکہ شروع میں آپ کی نبوت مستور
رہی اور کسی کو بجز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابن نوفل کے اطلاع
نہ تھی پس آنحضرت صلعم کے اعلان نبوت کی ۱۲۹۰ برس بعد جناب بہاء اللہ
ظاہر ہوئے - اعلان نبوت حضرت محمد صلعم سے ۱۲۹۰ سال سنہ ۱۲۸۰ھ

سے مطابق ہیں اسی سال حضرت جمال مبارک بہآءاللہ عز اسمہ نے بغداد سے اسلامبول کی طرف روانگی کے وقت باغ رضوان میں جو شہر کے باہر ہے بارہ روز اقامت فرمائی اور اسی جگہہ اپنے ظہور کے اعلان سے اپنے خواص احباب کو مشرف فرمایا۔

اب انصاف فرمائیے کہ آپ ہی کے دلائل پیش فرمودہ آپ ہی کے مقصود و مراد کے مخالف ثابت ہوئے طرفہ یہ کہ منشا تو یہ تھا کہ وقت موعود کو ثابت فرمائیں اور ایک سنہ مقرر و متعین کریں مگر جناب کی متزلزل کوشش نے آپ کو کسی ایک جگہ قایم نہ رہنے دیا کہیں کوئی سنہ پیش فرمایا ہے اور کہیں کوئی سنہ۔ مگر حضرت باب کا زمانہ اور سنہ ظہور ایسا متعین ہے کہ تمام کتب مقدسہ اور نیز دیگر مذاہب کے اخبارات سے اس میں ذرا سا فرق بھی نہیں رہتا۔ سب ایک ہی سنہ پر متفق ہو جاتے ہیں۔ کیوں نہ ہوں جب قرآن شریف کے نص صریح سے بھی یہی سنہ ۱۲۶۰ھ برآمد ہوتے ہوں۔ چنانچہ تفصیل ملاحظہ ہو۔ جناب باری فرماتے ہیں۔

یدبرالامر من السماء الی الارض تدبیر فرمائے گا امر کی آسمان سے

ثم یرجع الیه فی یوم	زمین کیطرف پھر لوٹ جائے گا یہ
کان مقدارہ الف	امر اُسکی طرف ایکدن میں جسکی مقدار
سنة مما تعدون	تمہاری گنتی سے ایکہزار برس ہی۔

یہ آیت کریمہ اہل اسلام سے خاص ہے اس میں ایک تو تدبیر امر اسلام یعنے دین اسلام کی استواری کی پیشینگوئی ہے دوسرے اُس دین اسلام کے اُٹھائے جانے کی۔ اِن آیات میں بھی امر کے معنے دین کے ہیں ملاحظہ ہوں واٰتیناهم بینٰتٍ من الامر یعنے دین (س۲۵ ع ۱۸) ثم جعلناک علی شریعة من الامر فاتبعها یعنے دین حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے یہاں ترجمہ دین فرمایا ہے۔

تدبیر امر اسلام کی پیشین گوئی آیۂ استخلاف میں بھی ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم اور البتہ استوار کردیں گے ہم اُن کے لئے اُن کا دین جو ہم نے اُن کے لئے پسند کیا ہے۔ اسی تدبیر امر کے زمانہ کو ظاہر کرنے والی یہ آیت کریمہ بھی ہے۔

لا تحرک به لسانک لتعجل به	نہ حرکت دو ساتھ اُس کے اپنی زبان کو تاکہ جلدی کرو تم ساتھ اُسکے تحقیق ہم

ان علینا جمعہٗ وقرآنہٗ پر اُسکا جمع کرنا ہے اور اُسکا پڑھانا ہے پھر
ثم ان علینا بیانہ (قیامۃ) ہم پر اُسکا بیان کرنا ہے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن شریف کے جمع ہونیکے بعد ایک بیان
کا وعدہ ہے کیونکہ قرآن شریف باجمال نازل ہوا۔ مثلاً نماز کے قایم
کرنے کا حکم فرمایا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس صورت سے قایم کریں۔
اُس میں کیا کیا پڑھیں۔ کتنی رکعتیں پڑھیں کس وقت پڑھیں
علیٰ ہذا زکوۃ کا حکم ہے مگر یہ تفصیل نہیں کہ چاندی میں سے کتنی سونے
میں سے کتنی وغیرہ وغیرہ۔

غرض اِس بیان کا ہونا ضروری تھا اور اِس بیان کا زمانہ تدبیر امر
کا زمانہ ہے اور یہ بیان حدیث ہے۔ حدیث میں سے جو خدائی
بیان کی مصداق ہوں وہ صحیحین شریفین ہیں یعنے صحیح بخاری اور
صحیح مسلم۔ کیونکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانی جاتی ہیں۔

حدیث الایات بعد المائتین سے بھی یہی ہویدا ہے کہ دو سو برس
تک اور اُسکے کچھ سال بعد تک تدبیر امر کا زمانہ ہے تو ایصاحب نے
حجج الکرامۃ میں اِس حدیث کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

لفظ آیات شامل آیات صغریٰ و
کبریٰ و ہر دو است پس تواند کہ
معنے وے چنیں باشد کہ تا دو صد
سال از ہجرت کہ زمانہ مشہو د لہا
بالخیر است بموجب حدیث خیر
القرون قرنی، ثم الذین
یلونہم، ثم الذین یلونہم
کدام علامت خرد و بزرگ نمایاں
نشود چوں زمانہ صحابہ و تابعین بگزرد
فتنہ ہا برخیزد تا آخر زمانہ برخاستہ باشد
چنانکہ ہمچنیں شد کہ بعد زمانہ تابعین
فتنہ ہا سر برداشت و اختلاف
در دین و حدوث در مذہب وجزآں
پیدا شد و ہنوز روز افزون است
و ایں فتن صغریٰ است و اگر

آیات کا لفظ چھوٹی بڑی دونوں
علامتوں پر شامل ہے پس ہو سکتا
ہے کہ اُس کے معنی یہ ہوں کہ
ہجرت سے دو سو سال تک کوئی
چھوٹی بڑی علامت ظاہر نہ ہو کہ
اُس زمانہ کے بہتر ہونے کی گواہی
دی گئی ہے حدیث کے بموجب
کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے بہتر
میرا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ کہ اُس سے
ملا ہوا ہے پھر وہ کہ اُس سے ملا
ہوا ہے جب زمانہ صحابہ و تابعین
کا گزرے بہت سے فتنے اُٹھیں اور آخر
زمانہ تک اُٹھتے رہیں چنانچہ ایسا
ہی ہوا کہ تابعین کے زمانے کے
بعد بہت سے فتنے اُٹھے اور دین

مراد باین دو صد بعد از الف
دارند مقصود آیات اشراط کبریٰ
خواہد بود۔

میں اختلاف اور مذہب میں بدعتیں
وغیرہ پیدا ہوئیں اور اب تک دن بدن
زیادہ ہیں اور چھوٹے فتنے ہیں اور اگر
مراد اس سے دو سو اکہزار ہجری کے
بعد لیں تو مراد قیامت کی بڑی علامتیں
ہوں گی۔

اب یہ بات صاف ہوگئی کہ تدبیر امر کا زمانہ دو سو برس کے بعد تک
تا جمع صحیحین ہے۔ اور صحیحین میں سے صحیح مسلم ۲۶۱ھ میں تکمیل جمع
کو پہونچی۔ اور ۲۶۱ھ میں امام مسلم نے وفات پائی۔ پس ۲۶۱ھ سے
رجوع امر کا زمانہ شروع ہوا اور کیونکہ یوم رجوع اکہزار برس تک ہے
اسلئے ۲۶۱ھ سے لیکر ۱۲۶۱ھ تک امر اسلام خدا کی طرف رجوع کر گیا
اور وہ وقت آگیا جسکا بیان حدیثوں میں ہے۔

(۱) لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ

(۲) روی بیہقی فی الایمان عن ابن مسعود
اقرءوا القرآن قبل ان یرفع۔ (الی آخر الحدیث)

(۱) اسلام سے سوائے نام اور قرآن سے سوائے رسم کے کچھ باقی نہ رہے گا۔
(۲) پڑھو قرآن کو قبل اِسکے کہ وہ اُٹھایا جائے۔

چنانچہ بہ سنت اللہ کے مطابق رجل فارس مصداق **لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من الفرس** کا ظہور ہوا اور ٹھیک ۱۲۶۰ سنہ میں ہوا اور خاص زمین فارس سے ہوا فارس فقط شیراز کا نام ہے جہاں پرس پولس و بے ستون ہے اور احادیث میں مشرق زمین بھی اسی کا نام ہے یعنے شیراز کا اور اِس کا نام دار العلم شیراز **مطلع** اہل فرس ہے۔

مقصد سوم

جائے ظہور کے بارہ میں جو کچھ میں نے مقصد اول کے جواب میں عرض کیا ہے اُس سے ثابت ہو گیا ہے کہ ظہور موعود فارس میں ہوگا۔

نمبر اول جب آپ کا قول ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح بخاری میں نہیں ہیں اسلئے ہم اُن کو نہیں مان سکتے اگرچہ مہدی کی حدیثیں صحاح ستہ میں صحیح اور حسن صحیح مانی گئی ہیں۔ تو آپ کیلئے کہاں تک جائز ہے کہ اپنے مطلب کی تائید میں جواہر الاسرار قلمی کی ایک حدیث

پیش کریں۔ یہ صرف آپ کی دھاندلی کا اظہار ہے ورنہ ہمیں اس کے
ماننے میں عذر نہیں۔

(۱) گُدعہ اصل میں دال مہملہ سے نہیں ہے بلکہ راے مہملہ ہے اور
نیز بضم کاف ہے منجم الکرامہ ص۲۵۸ ملاحظہ فرمائیے کہ اسکا املا کرعہ راے
مہملہ ہے۔ کیونکہ عربی میں راے مہملہ کا رسم الخط دال مہملہ سے مشابہ
ہے اسلئے جناب تصحیف کے مرتکب ہوئے۔ کرعہ اصل میں بکاف
عربی و راے مہملہ مشدد ہے یعنے کرّ۔ تشدید کو آسانی سے ادا کرنے
کے لئے ع اور ہ سے بدل لیا کرعہ زبان پر ثقیل نہیں ہے۔ کرّ
فارس میں ایک جگہ کا نام ہے ملاحظہ ہو منتہی الارب۔

(۲) اور جو آپ ضد کریں کہ نہیں دال ہی ہے تو کدّہ بھی مضافات
مرو میں ایک گاؤں ہے۔

اور مرو خراسان میں ہے اور خراسان فارس میں ہے پس جب
بھی یہ فارس میں ہی رہا۔ تشفی نہ ہو تو ملاحظہ ہو تاریخ کامل ابن اثیر جلد
احوال عطا ملقب بہ مقنع۔

(۳) کہاں کُدعہ اور کہاں قادیان۔ وہی خانہ ساز تاویلیں۔ یوں تو

جس نام کو چاہیئے کچھ سے کچھ بنا دیجے مگر یہ دلیریاں حدیث کے الفاظ میں کرنا زیبا نہیں ہے۔

(۴) کادہ یا کدہ کا تلفظ کدعہ سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ لہذا انصاف یہ ہے کہ انہیں کو حدیث کا مصداق سمجھا جائے۔ متقدمین کے املا کے موافق کر رہے ہے۔ اور یہ دونوں جیسا اوپر بیاں ہوا۔ فارس میں ہیں۔

نمبر دوم کے بارے میں عرض ہے کہ ترمذی کی حدیث جو نواس بن سمعان کی روایت سے ہے۔ اُسمیں یوں مذکور ہے کہ مسیح دمشق کے مشرق جانب منارہ بیضا کے نزدیک اُتریں گے۔ اس سے آپ قادیان کو مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اتفاق سے دمشق کے مشرق جانب ہے۔ اگرچہ دونوں میں بعد المشرقین ہے۔

(۱) مگر منارۂ بیضا کی تخصیص جو اب بھی دمشق کے شرق جانب موجود ہے آپ اُڑھا دیتے اور اتنے بڑے پتے کو رائگاں سمجھتے ہیں

(۲) دوم یہ کون سی بلاغت ہے کہ ذکر مقصود ہوتا قادیان کا جو ہندو پنجاب میں واقع ہے اور شام کا شہر دمشق اُس کی سمت بتانے کیلئے فرمایا جاتا۔ کیا ہندوستان میں کوئی شہر اس غرض کے لئے موجود

نہ تھا۔ یہ بھی وہی مثل ہوئی۔ کہ

(۳) آپ سے کوئی قادیان کی حدود اربعہ پوچھے تو آپ یہ بتائیں کہ شمال میں بالسک شہر روس جنوب میں بحر ہند مشرق میں دمشق۔ اور مغرب میں نانکن بندر گاہ چین ہے۔ یا اگر کوئی پنجاب کی حدود اربعہ پوچھ بیٹھیا تو پھر تو چاروں طرف اللہ میاں ہی اللہ میاں ہیں اور تو کچھ ہے نہیں۔ اگر کوئی آپ کا خوشہ چیں عرض کرے کہ مرشدنا بمبئی کے شرق بوحریں کے پاس ایک جزیرہ ہے ذرا حضور وہاں بھی تبلیغ احمدیت کیلئے تشریف لیجائیں تو کیا جناب بجائے الیفنٹا کے سیدھا جزائر فلپائن کا عزم بالجزم فرمائینگے۔ اگر یہی دور اندیشی رہی تو اندیشہ ہے کہ جناب والا کو کہیں دور نہ بھجوا دیا جائے۔

(۴) فارس بھی دمشق سے شرق کی ہی طرف ہے اگر آپ کے ہی معنے اور مراد سے دیکھا جائے تو بہ نسبت پنجاب کے فارس ہی کا حق شفع دمشق پر رہیگا نہ پنجاب کا۔

(۵) آپ نے جو فرمایا ہے "مہدی کے بارے میں کہ وہ مشرق سے آئیگا بکثرت روایات آئی ہیں" یہ بالکل درست ہے۔

مگر مشرق سے مراد فارس ہے۔ اور یہ کچھ میری تشریح نہیں بلکہ اکابر علما اور محدثین اہل سنت کی تشریح ہے۔

سیوطی گفتہ کہ مراد بمشرق فارس است۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۸

(۶) لیجئے خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مشرق سے فارس بھی مراد ہے۔

"ممالک مشرقیہ سے مراد ملک فارس اور نجد اور ملک ہندوستان ہے کیونکہ یہ سب ممالک زمین حجاز مشرق کی طرف ہی واقع ہیں"

مگر پہلے فارس واقع ہے اور ہندوستان تو افغانستان بلوچستان کے کہیں بعد میں ہے۔ اس لئے اُن احادیث سے دوسری تمام وجوہات عرض کردہ کے ساتھ فارس ہی مراد ہے۔ پس یہی جائے ظہور مہدی علیہ السلام ہے۔

۷۔ جناب مرزا صاحب بھی دراصل مسیح کے نزول دمشق ہی کے صاف الفاظ سے موثر نظر آتے ہیں تاویلیں کتنی ہی کریں مگر حق چھپائے نہیں چھپتا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام کوششیں دلفریب نہیں ہونگیں۔ ذرا ہلکی سمجھ والے تو اس مکڑی کے جالے میں پھنس جائینگے

مگر علم و عقل کے بیماری بھر کم لوگ بس کے نہیں ہیں اس مایوسی میں وہ فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آیندہ زمانے میں خاصکر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔" ازالہ صفہ ۳ اس عبارت سے تو سارے دعوے کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اور کیوں مولوی صاحب (احمدی) آیندہ زمانے میں ظاہر ہونے والا بھی تو موعود ہی ہوگا۔ تب تو مسیح موعود بھی زیادہ یا کم از کم دو ہوئے۔ اور پھر چودھویں صدی کی تخصیص کی کیا حقیقت ٹھیری۔ اچھا اب اگر مولوی عبدالقدوس صاحب یہ کہیں کہ ہر محقق اور تمام علمائے اہل سنت والجماعت اہل تقلید و اہل حدیث بھی تو یہی کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہی برحق ہوگا جو احادیث صحیحہ کی نص بموجب دمشق میں ظاہر ہوگا اور آیندہ زمانے میں ظاہر ہوگا تو پھر انکو (احمدی صاحبان) کیوں کافر کہتے ہیں حالانکہ وہ اس بارے میں مرزا صاحب کے ہم عقیدہ ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ہر وقت ایسے شخص کو جس پر اسلام کی پیشین گوئیوں کے ظاہر اور کامل معانی صادق آئیں

ماننے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ مرزا صاحب وہ شخص نہیں۔
کیونکہ ایک اور جگہ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ "میں نے کبھی بھی
اسبات کا انکار نہیں کیا کہ شاید اسلام کی پیشین گوئیوں کے ظاہر اور کامل
معانی کسی دوسرے مسیح موعود کی جانب راجع ہوں" احقاق الحق حصہ
اول صفحہ ۱۴۔ لیجئے جب مرزا صاحب خود اپنے آپ کو پیشنگوئیوں
کے ظاہر اور کامل معانی کا مصداق نہیں ٹھیراتے۔ تو اگر متلاشی حق
بھی ایسا ہی سمجھے تو یہ اس کا حق ہی نہیں بلکہ اس کے ایمان کی
روشن اور بیّن دلیل ہے۔ ہاں آپ اعتراضاً ایسا ہی کہہ سکتے ہیں
کہ پھر ایسے محققوں نے حضرت باب اور بہاء اللہ کو کیوں نہیں مان
لیا۔ جواباً عرض ہے کہ ضرور مانا ہے اور مومنوں میں عالم بھی
ہیں ہاں سارے جہان نے یک لخت نہیں مان لیا جیسے سچے
پیغمبروں کو قلیل قلیل جماعت مانا کرتی ہے ویسے یہاں بھی ہوا ہی
اور قلیلاً مّا یؤمنون قرآنی آیت کا اشارہ ہماری ہی تائید میں ہی
مگر بات تو اس میں تھی کہ موعود نبیوں کو خدا نے موعود مقامات پر وارد
ہونے سے محروم نہیں رکھا کہ جس سے انہیں ایسے عجز اور اپنے

کامل مصداق نہ ہونے کا اظہار کرنا پڑتا۔ دیکھئے حضرت موسیٰ حضرت
عیسیٰ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے موعودہ مقامات
سینا۔ سعیر اور فاران سے ہی ظاہر ہوئے۔

اور حضرت باب مکہ معظمہ اور ایران کے علاقہ جات خراسان وغیرہ
میں ظہور فرما ہوئے۔ حضرت بہاء اللہ کا مقام نزول ذکر کرنے سے
پیشتر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب یا احمدی صاحبان
جب مہدی کی احادیث صحیحہ کو اپنے مطابق دعوے نہیں پاتے
تب تو دو موعودوں یعنے مہدی اور مسیح کے بجائے (سلسلۂ
خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسوی کی تشبیہ دیکر) اسلام کا صرف
ایک اور اکیلا موعود یعنے مسیح قرار دیتے ہیں جیسا کہ کل آپ نے بھی
فرمایا (برہان صریح صفحہ ۶ و ۷) لیکن جب مسیح موعود کی احادیث
مطابق نہیں آتیں اسوقت کیا کریں؟ تب بجائے ایک اور
اکیلے موعود یعنے مسیح کے زیادہ یا دو مسیح موعودوں کے ظہور کے
امکان کو قبول کرنے یا قرار دینے سے بھی نہیں جھجکتے کیا کریں جس
شخص کو ہر طرف ناکامی ہی ناکامی نظر آے اس کو اپنے بیانات

اور اصولوں کا ۔ ۔ ۔ ۔ حافظ نباشد۔

اب سنئے کہ دمشق کے منارہ بیضا کے نزدیک مقام عکا میں مسیح صادق حضرت جمال مبارک بہاء اللہ عز اسمہٗ نے نزول اجلال فرمایا۔ اور ارض مقدس حول بیت المقدس میں کہ بارکنا حولہ وارد ہے رونق افروز رہے اور کوہ زیتون جسکا والتین والزیتون میں ذکر ہے اور کوہ کرمل جس پر کتب مقدسہ توریت و انجیل وغیرہ میں ظہور موعود کی خبر ہے آپ کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوئے ملاحظہ ہوں اس فرقے کی کتابیں مثل باب الحیات وغیرہ۔

پس اس بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ فارس جائے ظہور مہدی علیہ السلام ہے۔ اور حسب فحوائے حدیث وعلیکم بالشام، شام جائے نزول مسیح علیہ السلام ہے۔ اور یہی ارض حشر۔ اور جائے نفخ صور دوم ہے ملاحظہ ہوں کتب حدیث و تفسیر۔

مقصد چہارم

نمبر اول۔ حدیث دار قطنی جس کا ذکر کسوف خسوف ماہِ رمضان

کے بارے میں آپ نے فرمایا اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان لمهدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینکسف القمر لاول لیلةٍ من رمضان و تنخسف الشمس فی النصف منه	ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنے چاند گہن رمضان کی پہلی شب میں ہوگا اور سورج گہن اُس کے نصف میں۔

(۱) یہ امام محمد باقر علیہ السلام کا قول ہے۔ اور وہ بھی ضعیف کہ اُس کے دو راویوں عمرو اور جابر جعفی کو اسماء رجال میں کذاب اور واضع احادیث بیان کیا ہے۔ اس کو حدیث قرار دینا درست نہیں ورنہ رسول کریم پر بہتان ہوگا۔

(۲) الفاظ کے لحاظ سے بھی یہ قول درست نہیں۔ کیونکہ چاند گرہن پہلی رات کو نہیں ہوتا۔ اور نہ سورج گرہن نصف مہینے میں۔

(۳) علم نجوم اور علم ہیئت کی رو سے بھی یہ غلط ہے کہ جسطرح کسی رمضان میں کسوف و خسوف ایک مرتبہ ہو پھر کبھی نہو۔

(۴) دور قمر ۲۲۳ سال کا ہوتا ہے دور شمس ۱۸ سال دس کبھی گیارہ اور کبھی بارہ دن، ۷ گھنٹہ ۴۲ منٹ ۳۳ سکنڈ کا ایک دور کے بعد کسوف و خسوف پھر اسی ترتیب سے واقع ہوا کرتے ہیں جس ترتیب سے پہلے ہوئے تھے. ملاحظہ ہو مسٹر نارمن لوکیٹر کی اسٹرا نومی صفحہ ۱۰۲ -

(۵) کتاب یوز آف دی گلوبس میں کسوف و خسوف کی جدول صفحہ ۳ سے ۲۷۰ تک مندرج ہے اور کلیہ قواعد مذکور ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ۲۲۳ سال کے ایک دور قمر میں دس دفعہ ماہ رمضان میں چاند اور سورج گرہن ہوا- اب فرمایئے کہ لم تکونا کو کون سے کونے میں چھپایا جائے -

(۶) آپ لوگ اس قول میں بھی تحریف معنوی سے نہیں چوکتے اور ترجمہ کرتے ہیں کہ اول رات سے مراد چاند گرہن کی پہلی رات ہے، اور نصف رات سے مراد سورج گرہن کی تاریخوں میں سے بیچ کی تاریخ ہے -

ان معنوں نے اگرچہ لفظوں کا تو پورا گلا گھونٹ دیا مگر کام یوں

پھر بھی بگڑا جاتا ہے کہ تمام ملکوں کے لحاظ سے ان تاریخوں کی قید باطل ہے۔ دوسرے نصف منہ کا ترجمہ درمیان لینا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا ہے وسط منہ کے الفاظ ہوتے تو خیر ایک بات بھی تھی۔

(۷) اگر آپ کہیں کہ ہم تو اپنی ہٹ سے باز آئیں گے نہیں اس قول کو حدیث ہی کہے جائیں گے اور اپنے محرف معنی ہی کئے جائیں گے چاہے وہ ٹھیک ہوں یا غلط۔ تو امر مجبوری ہے، مگر پھر میں حضور کی توجہ اس طرف مبذول کروں گا کہ ماہ رمضان کی ان تاریخوں میں حضرت باب کے عہد مہدویت[۱] میں بھی رمضان میں کسوف و خسوف ہوا جو ۱۲۶۷ھ میں دیکھا گیا ملاحظہ ہو کتاب یوز آف دی گلوبس۔ و کتاب کانا دجال مصنفہ مولوی عبد الحکیم ایم بی جناب عالی ہم لوگ اس قسم کے دلائل جن پر یہ مثل راست آتی ہو کہ کہیں کی اینٹ اور کہیں روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ اپنے

---

[۱] حضرت باب کا عہد مہدویت ۱۲۶۰ھ سے لیکر حضرت بہاء اللہ کے ظہور تقریباً ۱۲۷۹ھ تک سمجھنا چاہئے۔

مدعا کے ثبوت میں نہیں لایا کرتے۔ نہیں تو اِس قول سے جو فائدہ آپ حاصل کرتے ہیں وہ آپ سے بہت پہلے ہم حاصل کر سکتے تھے۔

نمبر دوم۔ پھر آپ نے ستارہ ذوالسنین یعنے دو دموں والے ستارہ کا ذکر کیا ہے۔ مگر جس سنہ میں اُسکا نکلنا ظاہر کیا ہے اُس سے اُسمیں کوئی اہمیت نہیں پائی جاتی۔ یوں تو ستارے دمدار اور دو دموں والے نکلتے ہی رہتے ہیں۔ ہاں جو ستارہ کسی امر اہم کی علامت ہو وہ خود بھی نہایت اہم ہونا چاہیئے جس سے علماے علم ہیئت تک سراسیمہ ہوں۔ چنانچہ ایسا ذوالسنین ستارہ سنہ ۱۸۴۵ء میں دیکھا گیا۔ اسی کومٹ کا نام اَنکفلی ہے۔ اسمیں عجیب طرح کا حیرت انگیز تغیر پایا گیا۔ اسی سیارہ نے ساکنان ارض کو اپنی قیامت خیز چال سے گھبرا دیا تھا۔ اس لئے کہ حساب دقیق سے ثابت تھا کہ اُس کا دائرہ حرکت زمین کے مدار کو ضرور قطع کریگا اگرچہ یہ بات معلوم تھی کہ زمین کو چنداں خطرہ نہیں اس لئے کہ جس مقام پر تقاطع ہونے والا تھا وہاں سے زمین اسوقت بہت

دور اپنے مدار پر چھپے تھی مگر پھر بھی مقتضائے بشری سے دل بے اختیار تھے (راقم مصنفہ راحت حسین بی.اے)

چنانچہ یہ زمانہ حضرت باب کے دعوے کا تھا۔ پس یہ حدیث بھی حضرت باب پر ہی بہ نسبت جناب مرزا صاحب کے زیادہ مطابق ہے۔ اگر اس میں کچھ عذر ہو تو ۱۸۸۲ء بھی جس میں آپ ایسے ستارہ کا نکلنا بتاتے ہیں حضرت بہاء اللہ کا زمانہ ہے۔

پس حسب تحریر مرزا صاحب کے کہ وہ مسیح کے وقت میں نکلے گا حضرت بہاء اللہ کے وقت میں نکلا مرزا صاحب کا دعوۂ مسیحیت جب تک نہ تھا۔

نمبر سوم۔ کے جواب میں عرض ہے کہ یہ ستارہ دعوۂ حضرت باب سے قبل ۱۸۴۳ء میں اور ظہور حضرت جمال مبارک بہاء اللہ عز اسمہٗ سے پہلے ۱۸۶۱ء میں نظر آیا چنانچہ علم ہیئت کی کتاب القمر میں اس طرح تحریر ہے۔

"دو اور بڑے بڑے متفرق شکل کے دمدار ستارے جو متواتر ۱۸۴۳ء اور ۱۸۶۱ء میں نظر آئے۔ (اور) جن کے ناگہانی ظہور نے ساکنانِ

ارض کو سراسیمہ کر دیا تھا۔"
نمبر چہارم۔ کے بارے میں عرض ہے کہ جو نشان آفتاب سے ظاہر
ہونا آپ نے فرمایا وہ بھی بعینہٖ آپ کے دوسرے دلائل کی طرح ہے
اخبار کا حوالہ دینے سے کوئی اہمیت اُس میں پیدا نہیں ہوئی۔ کیونکہ
بعض اخبار ذرا ذرا سی باتوں کو مبالغہ دیکر لکھنا اپنا شعار سمجھتے ہیں۔
اصل میں یہ نشان حضرت جمال مبارک کے وقت میں ظاہر ہوا
اس کی اہمیت علم ہیئت کی کتابوں سے ملاحظہ فرمایئے "گردش زہرہ
کے سبب سے ایک اور عجیب واقعہ جو بہت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز
ہے ظہور میں آتا ہے یعنے جب زہرہ زمین اور آفتاب ایک ہی سطح اور
ایک ہی خطِ مستقیم میں آجاتے ہیں تو جتنا بڑا زہرہ اہل زمین کو نظر
آتا ہے اتنا حصہ آفتاب کا چھپ جاتا ہے یعنے آفتاب میں ایک
نقطے کے برابر سیاہ داغ نظر آتا ہے جو تھوڑی دیر میں دائرہ آفتاب
کو طے کرتا ہوا گزر جاتا ہے کاملین علم ہیئت اس واقعہ کی سینکڑوں
برس پہلے خبر دیتے ہیں۔ چنانچہ ہورکس صاحب نے سنہ ۱۶۳۹ء میں
زہرہ کی چال کے حساب سے برسوں پیشتر اعلان کر دیا تھا کہ ۲۰ نومبر

کی سہ پہر کے وقت زہرہ قرص آفتاب سے ہو کر گزرے گا چنانچہ
جب وہ تاریخ آئی تو عین حالت انتظار میں سہ پہر کے وقت قرص
آفتاب کے کنارے ایک چھوٹا سا سیاہ داغ نظر آیا اور تھوڑے
عرصہ میں دائرہ آفتاب سے ہوتا ہوا نکل گیا ہورکس صاحب نے
اپنی نظر عمیق اور فکر دقیق سے دریافت کر کے یہ اعلان کر دیا کہ زہرہ کا
گزر پھر ۲۳۵ برس کے بعد ۱۸۷۴ء میں فلاں وقت ضرور ہوگا چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ مخفی نہ رہے کہ یہ حالت جو ابھی بیان کی گئی نقطۂ تقاطع
اول یعنے راس سے ہے۔

ملاحظہ ہوں۔ رسائل مسٹر ہرشل۔ ایڈم۔ لیورٹیار۔ انسائیکلوپیڈیا
برٹینیکا۔ القمر۔ وغیرہ

چنانچہ یہ واقعہ ۲۰۰۴ء میں پھر ہونے والا ہے۔

پس ۱۸۷۴ء میں آفتاب سے جو نشان ظاہر ہوا وہ اس قابل
ہے کہ نشان سمجھا جائے۔ چنانچہ یہ زمانہ بھی حضرت بہاء اللہ کا تھا۔
نمبر پنجم کے بارے میں عرض ہے کہ ۱۸۲۵ء میں ریل نکلی اور
۱۸۳۷ء میں تار نکلا اور ۱۸۱۱ء میں دخانی چھاپہ خانہ نکلا اور ان

سنین کے بعد حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا ظہور ہوا بس
یہ علامات بھی آپ کے لئے ہی ہوئیں۔ میرزا صاحب کے ہاتھ
تو کچھ نہیں آتا۔

نمبر ہشتم۔ میں آپنے کثرت شہاب کو کسی نبی کی علامت
قرار دی ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر سے اسے ماخوذ فرمایا ہے تفسیروں
کی مذمت میں تو آپ کے یہاں کا لٹریچر لبریز ہے۔ بس مطلب
کے وقت وہی سند آگیوں پیش کرتے ہیں۔ آپ لوگ متفقہ عقیدۂ
اہل سنت والجماعت کے خلاف نبی ہونے کے بھی قائل ہیں۔ خیر
تو یہ علامت بھی کوئی علامت نہیں ہے۔ چنانچہ میں اسکی تشریح
بھی عرض کئے دیتا ہوں۔

شہاب ثاقب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک منتشر۔ دوسرے
جھنڈ باندھے ہوئے۔

اس جھنڈ کا مدار زمین کے دائرہ حرکت کو قطع کرتا ہے اسلئے انکا
دورہ قریب ۳۳ برس کے بعد ہوتا ہے۔

مگر اس دورے کا نظر آنا بہت سے اسباب پر موقوف ہے۔

اول شرط لازمی ہے کہ انکا گزر کرہ ہوا میں سے ہو۔ کیونکہ ہوا اور ان کی تیز رو چال (جو توپ کے گولے سے تخمیناً پندرہ سو گنا زیادہ ہے) کی رگڑ (فرکشن) سے شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر یہ تزلزل حرکت کے سبب کبھی کرہ ہوا سے بالا بالا گزر جائیں گے تو کسی طرح مشتعل نہیں ہو سکتے۔

دوم ان کا اور زمین کا نقطہ تقاطع مدارات سے ایک ہی وقت گزرنا ضرور ہے۔ اگر ایک ساعت کا بھی فرق ہو گیا تو ایکدوسرے کا تقابل نہوگا۔ اور یہ ٹوٹتے ہوئے نظر نہ آئیں گے۔

غرض اور بہت سے اسباب ہیں جن کے بہم نہ پہونچنے سے شہاب ثاقب کو اہل زمین نہیں دیکھ سکتے۔ بہرحال ایک دورہ اگر نظر نہ آئے تو دوسرا نہیں تو تیسرا ضرور نظر آجاتا ہے۔

مگر نظر آنے کے کل اسباب موجود بھی ہو جائیں اُس وقت بھی تمام اہل زمین نہیں دیکھ سکتے جس طرح چاند گرہن یا سورج گرہن صرف کسی ایک خاص حصے کے باشندوں کو نظر آتا ہے اُسی طرح یہ واقعہ بھی صرف کسی ایک خاص اقلیم کے رہنے والوں کو

دکھائی دیتا ہے۔ کرویت ارض کے سبب تمام اہلِ زمین ایک ہی
وقت نہیں دیکھ سکتے۔

چنانچہ یہ آخری دورہ چودھویں ماہ نومبر ۱۸۶۶ء میں دیکھا گیا اور
۱۸۹۹ء کا دورہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ ۱۸۸۵ء جو آپ نے بتایا ہی
وہ کوئی دورہ کا وقت نہیں تھا۔ بلکہ معمولی طور سے یا معمول سے
کسی قدر زیادہ تاروں کا ٹوٹنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

۱۸۶۶ء میں ان شہابوں کا کل گروہ کرہ ہوا سے مشتعل ہو کر
جب گزرنا شروع ہوا تو عجیب و غریب کیفیت نظر آئی۔ تمام فضائے
آسمانی میں لاکھوں مشعلیں روشن ہو گئیں اور آگ کے گولے ایک
طرف سے دوسری طرف گزرتے دکھائی دینے لگے۔ ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ آسمان کے کل ستارے ٹوٹ کر گرے پڑتے ہیں عام لوگ
تو سمجھے کہ قیامت آگئی۔ ملاحظہ ہوں کتب علم ہیئت مذکورہ بالا۔

پس یہ علامت بھی حضرت بہاءاللہ عز اسمہٗ کے وقت میں ظاہر
ہوئی اور حکمت ایزدی سے ۱۸۹۹ء میں وہ اسباب بہم نہ پہونچے
جو یہ دورہ نظر آتا اور آپ لوگ فائدہ اٹھاتے۔

پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ جو دلائل آپ نے مرزا صاحب کے لئے پیش فرمائے وہ ان پر مطابق نہیں آتے۔ بلکہ تمام و کمال حضرت باب اعظم و حضرت جمال مبارک پر مطابق ہوتے ہیں۔ مگر اُن میں سے اکثر ایسے ہیں جنکو اہل بہا خود اپنے مدعا کے لئے پیش نہیں کرتے خصوصاً وہ جو مقصد چہارم میں آپ نے بیان فرمائے ہیں۔

سامعین یہ برجستہ جواب سُن کر بے حد محظوظ ہوئے اور جناب مولوی صاحب کے تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اور وہ اپنے مشیر کاروں احمدی بھائیوں سے فرمانے لگے کہ آپ صاحبان نے مجھے کیوں مطلع نہیں کیا کہ میرا مدِمقابل ایک بہائی ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ ہمکو خود آنجناب سے شناسائی نہیں تھی۔ اور آج سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے۔ کہ یہ شخص بہائی فرقے کا ہے۔ اور یہاں کے اہل سنت والجماعت میں کوئی آپ سے مناظرہ نہیں کر سکتا۔ اس پر مولوی عبدالقدوس صاحب نے فرمایا کہ اہل سنت والجماعت کیطرف سے میں ہر وقت آپ سے بحث کے

لئے تیار ہوں مگر ہم اہل سنت کو یہ دیکھنا ہے کہ دو مدعیوں میں سے کون زوردار ہے۔ پہلے آپ دونوں ایک مدعی پر متفق ہوجائیں تو پھر اُسکے دعوے کو ہم لوگ بھی پرکھیں گے اب تو آپ دونوں سے ہمیں لگاؤ نہیں مگر انصافاً میں عرض کرتا ہوں کہ اس وقت تک جو کچھ میری رائے ناقص میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ مفتی صاحب ہمارے عقاید کے مخالف نہیں جاتے اور وہ اپنے دلائل میں زیادہ زوردار ہیں۔ مگر کامل رائے میں اُس وقت قایم کروں گا جب آپ اُن کی تقریر کا جواب دے چکیں گے۔ اور یہ بحث ختم ہوگی۔ کیونکہ وقت زیادہ ہوتا جاتا ہے اسلئے اگر آپ اُن کی تقریر کا جواب دینا چاہیں تو جلد دیں۔ یہ سنکر مولوی احمدی صاحب پھر مفتی صاحب سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے کہ جناب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ بہائی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں جسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور تعجب ہے کہ اہل سنت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اُن کے عقاید کے برخلاف نہیں جاتے۔ اللہ رے تعصب۔

مجھے آپ لوگوں کے حال سے بہت کچھ آگاہی ہے اگرچہ میں نے
آپ لوگوں کی کتابیں نہیں دیکھیں۔ ہمارے یہاں کے اخبار ریویو
آف ریلیجنز میں آپ کے دلائل کو کما حقہٗ رد کر دیا ہے اور ساری
ہسٹری کھول دی ہے۔

(۱) آپ کے باب نے تو مہدی ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا
یہ دعویٰ اسکی تصنیفات میں دکھلائیے۔

(۲) دوم وہ نبی صاحب شریعت بنا تو قتل کیا گیا۔ اور اُس کا
قتل ہو جانا اُس کے کذب کی دلیل صریح ہے کیونکہ کوئی نبی صاحب
شریعت قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے خدا نے رسول کریم سے
فرمایا کہ واللہ یعصمک من الناس اللہ تجھے لوگوں سے بچائے
رکھے گا۔

(۳) بہاء اللہ باب کا مرید تھا اُسکے بعد میں مسیح موعود بن گیا۔ اور
پھر رفتہ رفتہ خدائی کا دعویٰ کر دیا کہ قد اتی الرحمٰن یعنے رحمٰن انسانی
جامے میں آیا ہے۔ اُس کی کتاب اقدس میں موجود ہے جو چاہے
دیکھ لے۔

(۴) بہاء اللہ باب کے آگے تو مرید بنا رہا۔ مگر اُسکے بعد میں اُس کی لائی ہوئی شریعت کو بھی منسوخ کر دیا اور خود صاحب شریعت بن گیا۔ یہاں تک کہ کتاب بیان کے فقروں کو اینٹ پتھر ٹھیرایا۔

(۵) بہاء اللہ اگر سچا موعود تھا جس کے فراق میں باب مرتا رہا تو کیوں اُسے باب نے نہ پہچان لیا اور کیوں نہ مشہور کر دیا کہ من نظہرہ اللہ یہی ہے۔

(۶) بہاء اللہ باب سے عمر میں بڑا تھا وحی اس پر آنی چاہیئے تھی نہ کہ باب پر جو عمر میں چھوٹا تھا۔

(۷) عصمتِ کبریٰ کا مرتبہ بہاء اللہ نے اپنے لئے تجویز کیا۔ یہ بھی خدائی کا دعویٰ ہے۔

(۸) کیوں جناب مولوی صاحب شریعت کا لانا آپ کے عقاید کے خلاف جانا نہیں ہے۔

مولوی عبد القدوس صاحب۔ جناب والا آپ میرا مطلب نہ سمجھے میں نے جو عرض کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ اس موجودہ بحث کے حدود کے اندر واقعی یہ جناب اہلِ سنت کے متفقہ عقیدے

کے اکثر خلاف نہیں گئے مثلاً ہم مہدی اور مسیح کو دو وجود جانتے ہیں۔ وہ آپ کے خلاف ہم سے اس میں متفق ہیں۔ ہم مہدی کو بنی فاطمہ جانتے ہیں آپ کے برخلاف اسمیں وہ ہم سے متفق ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ مسیح دمشق میں اُتریں گے۔ اس حدیث کے معنوں میں وہ ہم سے متفق ہیں۔ چنانچہ اس بحث کے سننے والوں کو یہ بات معلوم ہے اور آپ نے خود فرمایا کہ گزشتہ بحث میں خود آپ انہیں اہل سنت جانتے رہے۔ اِس بحث میں تو خود انھوں نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا۔ خیر میری درخواست یہ ہے کہ آپ اُن کی تقریر کا جواب اِس وقت دیجئے گا یا نہیں اس وقت آپ نے ایکدوسری بحث چھیڑ دی۔

مولوی صاحب احمدی۔ اب اسوقت اتنا وقت کہاں ہے دوسرا کوئی روز مقرر فرمایئے۔

مولوی صاحب عبدالقدوس۔ تو کیا کل تشریف نہیں لائیے گا۔

مولوی صاحب احمدی۔ میں نے تو شروع ہی میں عرض کیا تھا کہ میرا قیام زیادہ نہیں ہو سکتا۔ مگر میں تھوڑے ہی عرصے کے بعد

پھر یہاں وارد ہوں گا۔ جب کوئی روز مقرر کر لیجئے گا۔

یہ سنکر مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ صاحبان ذرا میری طرف متوجہ ہوں (سب لوگ متوجہ ہو گئے) کیونکہ جناب مولوی صاحب میری تقریر کا جواب کچھ عرصے کے بعد آکر دینگے۔ اور اسوقت انہوں نے خلاف آداب مناظرہ بجائے میری تقریر کے جواب دینے کے اور اعتراضات جما دئے ہیں۔ اس لئے میری التجا ہے کہ میں اُن کا جواب بھی عرض کردوں۔ تاکہ جب میری تقریر کا جواب دیا جائے۔ اِن جوابوں کا جواب بھی آجائے۔ امید کہ جناب مولوی صاحب ازراہِ کرم منظور فرمائینگے اور میں آپ صاحبان کا نصف گھنٹہ لونگا۔ زیادہ نہیں۔

حاضرین کی رضامندی دیکھکر مولوی صاحب احمدی نے یہ گزارش منظور کی اور جناب مفتی صاحب نے یوں بیان شروع کیا کہ جناب والا اسوقت اصل اسلام اہل سنت ہی ہے۔ اور یوں تو سب مسلمان مسلمان ہیں۔ مولوی صاحب صحیح فرماتے ہیں ہم انہیں امور سے استمساک کرتے ہیں جسپر تمام اہل سنت متفق ہیں، بلکہ اہل سنت اور اہل تشیع کا بھی اُن پر اتفاق ہے۔ آپ نے

ہمارے یہاں کی کتابیں ہی نہیں دیکھیں اور خیر سے فرماتے ہیں کہ آگاہی بھی ہے۔ ایسی ہی آگاہی ہوگی جیسے کوئی صرف مولوی عبدالحکیم صاحب ایم بی کی تصنیفات دیکھکر آپ کے فرقہ سے آگاہی حاصل کرے اگرچہ اُسکی آگاہی کہی جا سکتی ہے مگر یکطرفہ ہے اور تقاضاے انصاف یہ ہے کہ وہ آپ کی کتابیں بھی دیکھے اور اُسوقت اپنی راے قایم کرے۔

ریویو آف ریلیجنز میں جو اعتراضات ہمپر ہوئے تھے اُن کا دنداں شکن جواب رسالہ احقاق الحق میں ایسا دیا گیا تھا کہ اب تک خبرش باز نیامد۔ ریویو ہی کے بعض اعتراض آپ کی بیاض حافظ میں ثبت ہیں۔ اور اِن اعتراضوں میں آپ کا جو طرزِ کلام ہے ماشاءاللہ اُس سے خاصی آدمیت عیاں ہے۔ یہ شاہراہِ تہذیب سے آپ کو شاید ایڈیٹر ریویو کی توجہ باطنی نے دھکا دیا ہے جو آپ اچھے خاصے تو تڑاق کی نالی میں چاروں شانے چت جا پڑے اور اُن حضرت کی نقل اتارنے لگے۔

(۱) پہلا اعتراض جناب نے اٹکل پچو ہی کر دیا ادھر کسی کتاب

کے نہ دیکھنے کا بھی اقرار ہے اور اُدھر تعصب کی عینک نے ایسا روشنضمیر کردیا کہ ساتوں طبق دکھائی دینے لگے آپ فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ اشکی تصنیفات میں دکھلاؤ مگر دکھائیں تو جب جب آپ عینک اُتاریں آپ اڈیٹر ریویو نہ بنیئے وہ غریب تو اپنے کیئے کو پھونچ گیا۔

سنئے حضرت نقطۂ اولیٰ حضرت باب نے ایک جگہ نہیں بہت جگہ لفظ مہدی کے الفاظ سے بہی دعویٰ فرمایا ہے۔ چنانچہ مفتی بغداد کے نام جو الواح آپ نے صادر فرمائی ہیں اُن میں فرمایا ہے انّنی انا المہدی حق کل من اٰمن بالقراٰن بی یوعدون۔ پھر فرمایا ہے انا المہدی الحق المنتظر ہاں جیسے پہلے عرض ہوا نقطہ اولیٰ اور باب کے الفاظ سے بہی دعویٰ فرمایا ہے جس سے وہ نقطۂ مراد تھی جس میں تمام سلسلوں اور مذہبوں کی پیشینگوئیاں دربارہ پیشرو مسیح پوری ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ ظہور سارے جہان اسود و احمر کی طرف مبعوث ہے اس لئے کسی ایک فرقے کی اصطلاح اختیار نہیں کیجا سکتی تھی ممکن تھا کہ ایسا کرنے سے دوسرے

فرق وامم دھوکا کھاتے اور ہدایت سے محروم رہتے یہ سمجھکر کہ اس موعود کے مخاطب کسی خاص ہی فرقے کے لوگ ہیں اس لئے ان ظہورات ربانی کے دعوے میں عمومیت ہے۔ کہ ہم وہی ہیں جن کا ذکر تمام مذاہب کی کتابوں میں ہے اور ہر مذہب کی کتب مقدسہ سے اپنی حقانیت ثابت کر دکھائی ہے۔ اور تمام مذاہب وملل کے لوگوں میں سے اُن کے حلقہ بگوش ہو ہو کر اور زیور ایمانؔ ایقان سے آراستہ وپیراستہ ہو گئے۔

نمبر دوم اعتراض میں بڑے زور دکھلاے ہیں کیا کہوں وقت تنگ ہے ورنہ سامعین بھی تماشہ دیکھتے۔ قرآن شریف آپ ناظرہ تھوڑا ہی حفظ پڑھتے ہوں گے۔ اور احمدیت کی تبلیغ میں سمجھنے کی فرصت کہاں۔

آیہ کریمہ اوان مات او قتل نقلبتم علی اعقابکم ملاحظہ فرمایئے جسکا مطلب ظاہر ہے اللہ میاں مخاطب ہیں کہ اگر یہ رسول یعنی محمد صلعم فوت ہو جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے۔ اسوقت اگر آپ ہوتے تو کیا فوراً پکار اُٹھتے کہ بندہ

تو قتل ہوتے ہی پھر جائے گا۔ کیونکہ کوئی صاحب شریعت نبی قتل نہیں ہوا آپ کے مولوی نورالدین صاحب واللہ یعصمک من الناس کے معنے کرتے ہیں کہ اللہ لوگوں میں سے تجھے معصوم قرار دیتا ہے۔ کہیئے اب ہم کسکی مانیں؟۔

جناب والا حضرت رسول کریم کو لوگوں سے بچا کے رکھنا ہی خدا کو منظور تھا اس لئے خدا نے واللہ یعصمک من الناس فرمایا۔ مگر یہ کوئی عام اصول نہیں ہے۔ جیسا کہ نص صریح سے ثابت ہو گیا کہ اگر رسول کریم بھی قتل ہو جاتے تو یہ قتل ہو جانا آپ کی نبوت تشریعی کے منافی نہ ہوتا۔ اور امام آخرالزماں کا تو قتل ہونا ہی موعود تھا جیسا کہ حجج الکرامۃ ص۲۹۲ پر ہے۔

برپا نشود قیامت تا آنکہ قتال کنید شما امام خود را۔ الخ قیامت برپا نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے امام کو قتل نہ کرلوگے (آخر حدیث تک ملاحظہ ہو۔)

نمبر سوم۔ کے بارے میں عرض ہے کہ یہود بھی آپ کی طرح کہا کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ عیسٰی تو یحیٰی کا مرید تھا پھر خود نبی بن گیا

اور پھر خدا کا بیٹا بن گیا۔ اصل یہ ہے کہ منکرین اور اُن کے اعتراضوں کا ماخذ ایک ہی مادہ ہے۔ اسی سبب سے اِس قسم کے اعتراضات ہمیشہ سے مماثل چلے آئے ہیں۔

آپ کے اِس اعتراض کا جواب آپ کے ہی پیر جی حضرت مرزا صاحب دیتے ہیں: "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشینگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ نہ وہ تمام نبی خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں۔ بلکہ یہ تمام استعارات ہیں محبت کے پیرایہ میں ایسے الفاظ خدا کے کلام میں بہت ہیں۔" پھر آگے فرماتے ہیں "ایسا ہی فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم یعنے جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کی بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ اب ان تمام آیات میں آنحضرت صلعم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ٹھیرایا گیا۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ خدا کا ہاتھ نہیں ہے۔"

کتاب ایقان میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں "ذات احدیہ مقدس

از بروز و ظہور و نزول و دخول و خروج بودہ و متعالی است از وصف ہر واصفی و ادراک ہر مدرکے لم یزل در ذات خود غیب بودہ و ہست"۔

ملاحظہ کیجئے کہ تمام شئون سے پاک بتایا ہے اور ایسا ہی اور بہت سے بیانات مبارکہ جو توحید باری تعالیٰ کو صاف صاف ظاہر کرتی ہوں آپ بہائی مومنین کی کتابوں میں پائیں گے انی الرحمان پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی سورہ حشر میں فاتاھم اللہ پڑھ کر حضرت رسول کریم پر اعتراض کرے اور کہے کہ آنحضرت نے خدائی کا بھی دعویٰ کیا ہے۔

پھر جناب مرزا صاحب کے الہامات۔ انت منّی وانا منک۔ انت بمنزلۃ اولادی پر جب آپ نے اعتراض نہ کیا تو یہاں کیوں کرتے ہیں۔

(دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۳ و ۶۴)

وقت کم ہے اس باعث آپ کے ہی مرشد سے آپ کی تسلی کرا دی ہے۔ اگر کچھ کسر رہ گئی ہوگی تو آپ خود ظاہر فرمائیں گے اور ہیچمدان دوسری مرتبہ میں وہ کسر بھی نکال دیگا۔

نمبر چہارم۔ کے بارے میں عرض ہے کہ آیہ کریمہ ما ننسخ من

ایۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الخ پر غور فرمائیے جسکا ترجمہ ہے کہ جو آیت ہم منسوخ کرتے یا فراموش کراتے ہیں۔ تو اوسکے بجائے اُس سے بہتر یا اُسکی مثل آیت لے آتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ ہو۔ واذا بدلنا ایۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون

(ترجمہ) اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو مفتری ہے (نہیں) بلکہ انہیں سے اکثر لوگ کچھ جانتے نہیں۔

ان دونوں آیتوں سے علمائے اہل سنت والجماعت۔ اہل تقلید واہل حدیث دونوں یہ مراد لیتے ہیں کہ قرآن شریف کی بعض آیات احکام منسوخ ہیں۔

بعض حال کے جنٹلمین مولوی یہ کہتے ہیں کہ اِن آیات میں آیت کے معنے شریعت ہیں اور اسمیں موسوی شریعت کیطرف اشارہ ہے۔ بہر حال اگر آپ پہلے گروہ میں ہوں تب بھی یہ آیت روشن کردیگی

ب حکم بہت تھوڑے زمانہ کے بعد بدلا جاسکتا ہے یعنی منسوخ
کر اُسکے بجائے دوسرا حکم صادر ہوسکتا ہے۔ کیونکہ تیس سال زمانہ
ول قرآن میں بہت سے احکام منسوخ ہوئے اور بہت سے اونکے
جائے صادر ہوئے۔ تو اگر حضرت باب کی شریعت کے بعض احکامات
ں اسیطرح خدا نے منسوخ فرماکر دوسرے احکامات جو اوس وقت
یلئے مناسب و بہتر تھے اُنکے بجائے صادر فرما دئے تو کیا بُرا کیا پہلے
ب اُسپر کیوں ناراض نہیں ہوئے جو اب ہوتے ہیں۔ اگر آپ
پہلے گروہ میں ہوں تب بھی آپ کیلئے آیت کریمہ کے الفاظ ان
للہ علی کل شئ قدیر رکھے ہوئے ہیں۔ خدا اس بات
قادر ہے کہ وہ جب چاہے جب کسی شریعت کو منسوخ کردے۔
ں نے حضرت باب کی شریعت منسوخ کردی اور حضرت
ء اللہ کو شریعت دیدی۔ جب وہ پہلے بھی ایسا کرتا رہا ہے تو اب
یسا کرنا اُسکے لئے کیوں بند ہوا۔ آیۂ کریمہ سے تو اس بارے میں اک
دت اللہ ظاہر ہوتی ہے۔ جناب نے اس فرقے کی کتابیں ملاحظ
یں فرمائیں۔ حضرت باب نے خود البیان میں لکھا ہے کہ جب

وہ موعود ظاہر ہوگا تو وہ البیان کو نہیں پڑھے گا۔ اور نہ اُس کی
شناخت اور مخالفت البیان کے ذریعے سے کی جائے گی۔
کتاب بیان کے باب خامس والعاشر من الواحد الثانی میں ہے
(ترجمہ در فارسی) آنچہ من یظہرہ اللہ بخط خود نویسد کتابے است کہ
بخط اللہ نوشتہ شدہ باب ثانی والعاشر من الواحد الرابع
میں ہے ظہور قایم برائے ظہور من یظہرہ اللہ است و جمیع بیان
در ظل یک کلمۂ اوست۔ باب ثالث والعاشر من الواحد الرابع
میں ہے۔ مگر در ظہور شمس حقیقت کہ ہر نحو کہ بخواہد حکم میفرماید کہ اوست
امر اللہ در حق کل شیٔ واللہ بکل شیٔ علیم۔
اب آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ یہ جو حکم ہوا عین حضرت باب کی
پیشینگوئی کے مطابق ہوا۔ مہدی اور مسیح دونوں کے بارے میں صاحب
شریعت ہونے کی بابت اہل سنت والجماعت کے یہاں جو
اشارات ہیں وہ بھی نہایت مختصر اً پیشکش کئے دیتا ہوں۔ ارشاد
میں ہے کہ مہدی قیاس کو کچھ نہ جانیں گے۔
پس وے حکم نکند مگر بالقاء | پس وہ یعنے مہدی حکم نہ فرمائیں گے

ک مسند کہ او تعالیٰ بسوے	مگر وہی جو اُن کی طرف بذریعہ فرشتہ
فرستادہ باشد۔	راستکار خدا القار فرمائیگا اور یہ وہ
ذالك هو الشرع المحمدی	شرع محمدی ہے کہ اگر محمد صلعم بھی
لذی لو کان محمد صلعم حیاً	زندہ ہوتے تو سوائے حکم مہدی
رفعت تلك النازلة له	کے اور کچھ حکم نفرمائے۔
یحکم فیها الا بحکم المهدی	یہ عبارت صاحب اشاعہ کی حجج الکرامہ
	صفحہ ۳۴۴ پر بھی منقول ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدی جو کچھ کہ فرشتہ خدا تعالیٰ کی طرف سے
میں پہنچائیگا اسی پر حکم فرمائیں گے۔ پس انہیں احکامات کے
موعہ کا نام کتاب اور شریعت ہے۔ پھر اون کی صفات میں سے
ہے کہ۔

وے معصوم الحکم مقتفی اثر رسول غیر خاطی باشد ابداً صفحہ ۳۸۶ حجج الکرامہ
اس سے انکی عصمت اس حکم میں جو اون کو دیا جائے گا ظاہر ہے
ابن ابی شیبہ نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے۔
ل یکون فی هذه الامة | فرمایا کہ اس امت میں ایک خلیفہ

خلیفۃ خیر من ابی بکر و عمر قیل خیر منہما قال قد کا دیفضل علی بعض الانبیاء سیوطی گفتہ ھذا اسناد صحیح	ہوگا جو ابو بکر اور عمر سے بہتر ہے سوال کیا گیا کہ کیا اُن دونوں سے بہتر فرمایا ان دونوں سے کیا بعض انبیاء سے بہتر۔ سیوطی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

پس یہ تمام امور جو مشتے از خروارے ہیں۔ مہدی کا صاحب شریعت ہونا ظاہر کرتے ہیں۔

علیٰ ہذا مسیح کا صاحب شریعت ہونا بھی بہت سی احادیث سے ہویدا ہوتا ہے۔

اول تو یہ مشہور صحیح حدیث ملاحظہ ہو۔

ینزل عیسی ابن مریم حکما عدلا۔ الخ	نازل ہونگے مسیح ابن مریم حکم کرنیوالے اور انصاف کرنیوالے۔ آخر حدیث

لفظ حکما جس کے معنی حکم کنندہ کے ہیں صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ صاحب حکم (شریعت) ہونگے۔

دوم - حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱ پر نواب صدیق حسن خاں مرحوم تحریر
فرماتے ہیں کہ عیسیٰ را بعد نزول وحی الٰہی آید۔ چنانچہ در حدیث
نواس ابن سمعان نزد مسلم وغیرہ آمدہ۔ اور حدیث میں ہے۔

اذا اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ عیسےٰ ابن مریم انی قد اخرجت عبادا من عبادی لا ید ان لک بقتالھم فحرز عبادی الی الطور۔

یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی بھیجے گا کہ میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندے لاتا ہوں کہ کسی کو اُن سے مجال مقاومت نہوگی پس میرے بندوں کو طور میں پناہ دے۔

اس حدیث سے وحی کا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونا ظاہر ہے۔
اس حدیث کی شرح میں تحریر ہے کہ

ظاہر آنست کہ آرندہ وحی بسوے او جبریل علیہ السلام باشد۔ بلکہ ہمین یقین داریم و تردد نمی کنیم حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱

یعنے مسیح علیہ السلام پر وحی لانیوالے جبریل ہونگے۔ بلکہ اسی پر ہمارا یقین ہے اور ہم اسمیں کچھ شک نہیں کرتے۔

پھر صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہے کہ مسیح علیہ السلام جہاد کو موقوف کردینگے۔ ویضع الحرب اوزارھا الخ اور جہاد شرع محمدی میں جایز ہے۔ پس ایک جایز چیز کو اُٹھا دینا سوائے حاکم بااختیار کے کسی کا کام نہیں ہے۔ پھر صحیح حدیث میں وارد ہے کہ یجمع له الصلوٰۃ یعنے عیسیٰ علیہ السلام نمازوں کو جمع کرینگے یعنے ظہر وعصر۔ مغرب وعشا کا ایک ایک وقت ہوجائیگا۔ اور پانچ وقتوں کے بجائے تین وقت رہجائیں گے۔ کیونکہ زمانہ میں تقارب ہوجائے گا۔ جیسا کہ احمد بن حنبل اور نعیم بن حماد نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

لا تقوم الساعة حتیٰ یتقارب الزمان فتکون السنة کالشہر ویکون الشہر کالجمعة وتکون الجمعة کالیوم ویکون الیوم کالساعة وتکون الساعة کاحتراق السعفة۔

کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت قایم نہوگی جبتک کہ زمانے میں تقارب نہوجاے پس ایکسال ایکماہ اور ایک ماہ ایک ہفتہ اور ایک ہفتہ ایکدن اور ایک دن ایک گھڑی کے برابر

ہو جائے گا اور گھڑی اتنی ہو گی جتنے میں ایک کھوپری جلجائے
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۶ میں بھی خطابی
سے منقول ہے پس جب دن ایک ساعت کے برابر ہوا تو
اوقات نماز میں بھی کمی لازمی ہوئی۔ اور یہ کمی بغیر شارع کے
ممکن نہیں پس عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا کرنا اون کے صاحب
شریعت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اور کتاب اللہ کے مرفوع ہو جانے کی بابت تو بہت کثرت
سے صحیح حدیثیں وارد ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث کا ترجمہ حجج الکرامہ
میں صفحہ ۴۴۶ پر منقول ہے۔ دیلمی از حذیفہ و ابو ہریرہ معاً روایت
کردہ کہ برود کتاب اللہ در یک شب و بامداد کنند مردم و نیست
از وے آیتے و نہ حرفے مگر آنکہ منسوخ شدہ۔

و از ایں عمر آوردہ قایم نمیشود قیامت تا آنکہ مرفوع شود قرآن الخ
پس اس رفع کے بعد لوگوں کے دستور العمل کے لئے ایک
کتاب کا آنا لازم ہے۔ اور حضرت بہاء اللہ نے البیان کے
الفاظ کو نہیں بلکہ منکرین کے اُن غلط معانی اور مفہومات کو جو

موعود البیان کے سمجھنے اور پہچاننے میں ایک قسم کی رکاوٹ سے
پتھروغیرہ سے نسبت دی ہے۔ مثلاً مولانا رومی اپنی کتاب مثنوی
میں (جسکی نسبت اکثر علمائے اہل سنت والجماعت ایسا
فرمایا کرتے ہیں کہ مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان
پہلوی) ایک جگہ فرماتے ہیں۔

من ز قرآن مغز را برداشتم — استخوان پیش سگان انداختم

ایک نادان تو یہاں یہی اعتراض کرے گا کہ مولوی صاحب
نے قرآنی الفاظ کو استخواں کہا ہے اور اس کے پڑھنے والوں کو
کُتّے وغیرہ۔ اگر آپ ریویو آف ریلجنز کے اعتراضات کی صداقت
پر ایسے فریفتہ ہیں کہ کہیں کہ مولانا رومی کا قول ہمارے لئے سند
نہیں اُنہوں نے ایسا لکھا ہے تب بیجا لکھا ہے اس لئے ہم
آپ کی اڈیٹر صاحب مذکورہ کی ہی تحریر سے تسلی کئے دیتے ہیں
ریویو آف ریلیجنز ماہ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۷۴ میں مندرجہ ذیل
عبارت درج ہے۔ "حال کے مسلمانوں سے حقیقی علم اٹھ گیا ہے
الہامی استعارات اور کلام کے سمجھنے کی قوت سے محروم ہو کر

صرف لفظی استخواں خوری کی بلا میں مبتلا ہو گئے ہیں۔"
لیجئے اڈیٹر صاحب نے بھی وہی استخواں کا لفظ استعمال
کیا ہے۔ تو کیا یہ قرآن اور حدیث کے الفاظ کے لئے ہی ہے؟
بات صرف یہ ہے کہ اڈیٹر صاحب میں چونکہ حقیقی علم
نہیں اس واسطے وہ البیان کے الہامی استعارات اور
حضرت بہاء اللہ کے کلام کے سمجھنے کی قوت سے محروم ہو کر
ایسے اعتراضات کرتے ہیں۔
نمبر پنجم کے بارے میں عرض ہے کہ ادھر تو آپ اس
فرقے کی کتابوں کے مطالعے سے محض کورے ہیں اور پھر
ماشاء اللہ سے اعتراض کرنے کے بھی شوقین ہیں۔ جنابمن
حضرت باب کو حضرت بہاء اللہ کی بابت سب کچھ علم تھا جس
کو انہوں نے اشارۃً اکثر مواقع پر ظاہر بھی فرمایا ہے ان میں
سے بعض امور کی تو اس قدر شہرت ہے کہ مقالہ سیاح میں
بھی مذکور ہیں جو کسی سیّاح نے زبان فارسی میں اس فرقے
کے حالات میں مرتب کیا تھا۔ کیونکہ یہ کام اسنے راستبازی

سے کیا تھا اِس لئے یہ کتاب اِس فرقے میں بھی مقبول ہوئی اور اُردو میں مترجم ہو کر ہندوستان میں مشتہر ہوئی۔

کیونکہ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا ظہور حضرت یحییٰ اور مسیح کا ظہور ہے۔ پس یہاں بھی وہی مماثلت موجود ہے جس طرح حضرت یحییٰؑ نے اپنی چشم فراست سے حضرت مسیح علیہ السلام کو پہچانا اسی طرح حضرت باب نے حضرت بہاء اللہ کو پہچانا۔ نہ اونہوں نے آپ کی یعنے حضرت مسیح کی شہرت کی کہ یہ وہی ہے جس کی آمد کا میں مقدمہ تھا۔ نہ حضرت باب نے کی جس طرح حضرت یحییٰ کی شہادت کے بعد حضرت مسیح نے ظہور فرمایا۔ اسی طرح حضرت باب کی شہادت کے بعد حضرت بہاء اللہ نے ظہور فرمایا۔ سب کچھ سنت اللہ کے مطابق ہونا تھا وہ ہوا۔ اگر حضرت باب ہی حضرت بہاء اللہ کو بتا جاتے تو ایمان بالغیب جو ہر نبی کے ساتھ لازمی ہے کہاں رہتا۔ شقی اور سعید کا امتحان کیونکر ہوتا۔ لوگوں کو جو اپنی تحقیق کے اجر سے ماجور ہوئے کیا ثواب

ملتا۔ عجب اعتراض ہے مگر یہ اعتراض حضرت باب پر
نہیں بلکہ حضرت یحییٰ پر ہے غضب کی بات ہے کہ حضرت
باب کا عناد آپ کو کس زمرے میں شامل کئے دیتا ہے۔
نمبر ششم کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت ہارون حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے وحی اُن پر آنی چاہئیے تھی نہ
حضرت موسیٰ پر۔ اُن کو صاحب شریعت بنانا تھا۔ نہ حضرت
موسیٰ کو۔ آپ تو نبیوں پر اعتراض کرتے کرتے خدا پر بھی کرنے
لگے۔ حضرت باب کی عمر تو اہل کشف کے بیان کے مطابق
تھی چنانچہ حضرت ابن عربی نے وقت خروج عمر کا چبیسواں
سال بتایا ہے حجج الکرامۃ ص ۳۵۹۔

اب آپ واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ کو پڑھیے اور
زبان اعتراض کو تاہ کیجئے واللہ یختص برحمتہ من یشاء پر بھی ایک
نظر ڈال لیجئے۔
نمبر ہفتم۔ اعتراض بھی آپ کی خوش فہمی پر دال ہے۔ جناب
کا آئینہ فہم از زنگ تعصب و عناد سے کچھ ایسا آلودہ سا نظر آتا ہے

کہ اس میں ہر عکس برعکس ہی پڑتا ہے۔ آپ کے الفاظِ
اعتراض بھی عجیب ہیں۔ میرے بیان پر توجہ فرمائیے۔ کہ
حضرت بہاءاللہ نے عصمت کبریٰ کو مخصوص حق جل جلالہٗ
فرمایا ہے۔ یعنی ہر قسم کے خطا و نسیان سے منزہ ہونا ایسا
امر ہے کہ جو مخصوص بخدا ہے۔ مگر کیونکہ انسان خدائی صفات کا
مظہر ہے اور انسانوں میں سے باخدا انسان میں ان صفات
کا اظہار زیادہ ہے پس جس قدر تقربِ خدا میں کمال ہوتا جائیگا
اسی قدر خدائی مظہریت کا درجہ بھی بڑھتا جائیگا۔ اور اس درجہ
کا ایک کمال وہ تھا جو وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ
وغیرہ آیات سے ظاہر ہوا اور دوسرا کمال یہ ہے جو حضرت
بہاءاللہ سے معلوم ہوا یعنی ایک ایسا نور ہوجانا جس کے
پیچھے اندھیرا نہیں اور ایک ایسا صواب ہوجانا جس کے ساتھ
کوئی نقص و خطا نہیں۔ جناب شیخ ابن عربی کی عبارت
جو مقصد اول میں بیان ہوئی اس سے بھی فائدہ حاصل
کر سکتے ہیں۔

اعتراض اور نکتہ چینی ہی حق سے دوری کا باعث ہوتی ہیں کاش اعتراض کرنے کے بجاے دل کو کدورت سے پاک کرکے اگر تدبر کیا جاے تو کیا کچھ بہتر ہو۔ اور عصمت کبریٰ کے دعوے کی بابت اگر زیادہ تحقیق کرنا ہو تب احقاق الحق حصہ دوم کا انتظار کیجئے۔

مولوی صاحب احمدی نے فرمایا کہ آپ کی تمام تقریریں فریب اور دہوکہ ہے جسکو جواب میں ظاہر کیا جائیگا۔

چنانچہ مجلس برخاست ہوگئی مگر مفتی صاحب نے ہمارے چلتے وقت مولوی صاحب احمدی سے مخاطب ہوکر کہا کہ عزیز من۔ یہود و نصاریٰ بھی ۱۳۰۰ برس کے زمانے میں مسلمانوں کی معقول و مدلل باتونکو فریب و دہوکہ ہی کہتے چلے آئے ہیں۔

عرصہ چھ سات مہینے کا گزر گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ درمیان میں مولوی صاحب احمدی کوئی دو مرتبہ تشریف بھی لاے مگر انکا ورود راز ہی رہا۔

جناب مولوی عبدالقدوس صاحب قبلہ سے جب کبھی تذکرہ آیا

تو اونھوں نے یہی ارشاد فرمایا کہ اس بحث کو مرتب کرلو۔ مگر مجھے عذر ہی رہا صرف اس سبب سے کہ ایک تو مولوی صاحب احمدی کا نام معلوم نہیں ہوسکا اور اس بے اصل افواہ نے کہ یہ مباحثہ عنقریب چھپنے والا ہے۔ مولوی صاحب کے اسم گرامی کو کتم خفا ہی میں رکھا۔

مجھے یہ اکراہ رہا کہ مولوی صاحب کی تقریر جسے میں نے منضبط کرلیا تھا بلا انکے دستخط کے کیا شایع کردوں ادہر جناب مفتی صاحب سے یہ ارادہ ظاہر کیا تو اُنھوں نے بھی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ہمارے یہاں کسی فرقے کی بیخ اُکھاڑنا یا دل آزاری کرنا منع ہے۔

مگر میرے مقتدا مولوی عبدالقدوس قبلہ کا پھر ارشاد ہوا۔ اور جناب مولوی صاحب کی تقریر کا ماخذ بھی مجھے احمدی لٹریچر میں کہیں نہ کہیں سب ملتا گیا۔ چنانچہ اب مجھے اطمینان ہے کہ مولوی صاحب کی تقریر کا کوئی جملہ لفظاً یا معناً ایسا نہیں ہی جو احمدی لٹریچر میں موجود نہو۔

مولوی عبدالقدوس صاحب قبلہ کا خیال ہے کہ اس تالیف سے عام پبلک کو احمدیوں سے بات چیت کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ اور اسی نیت سے اس کام کو اونھوں نے انجام دلوایا ہی۔ ہمین تو نہ بہائیت سے سروکار ہے نہ احمدیت سے

راقم

غلام کبریا

بعض علم دوست اشخاص کا طریقہ

ے کہ تہواروں اور دیگر خوشی کے موقعوں پر اپنے عزیزوں اور دوستوں
مفید اور پاکیزہ کتابیں بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ طریقہ پسند ہے
پ پشت پر مندرجہ کتابوں کی فہرست ملاحظہ کیجئے۔

کتب ملنے کا پتہ

بمبئی۔ بہائی ہال۔ ۲۹ فاربس اسٹریٹ (فورٹ)
نگون۔ بہائی اسمبلی۔ ۲۸۶ ڈیلہاؤسی اسٹریٹ (برھما)
مرتسر۔ غلام غوث منتجی۔ شال مرچنٹ۔ ہال بازار
گرہ۔ نیجر دار الکتب۔ سِوِل لائنس۔

حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات

اور تاریخ کے متعلق یہ کتابیں منگایئے ۔ پڑھیے اور پڑھوایئے

مصنفہ حضرت بہاء اللہ | (فارسی) ایقان ہفت وادی۔ کلمات مکنونہ (انگریزی اور اردو میں ترجمہ) طرازات وغیرہ۔

(انگریزی ترجمہ) سورۃ الہیکل۔ طرازات و تجلیات وغیرہ۔ اشراقات۔ لوح اقدس۔ کتاب

از قلم عبد البہاء | (فارسی) مفاوضات۔ مکاتیب (دو مجلد) مدنیہ۔

(انگریزی ترجمہ) الواح (تین مجلد) مفاوضات۔ لیکچر لندن میں۔ لیکچر پیرس میں۔

کتب سیر و تاریخ | مقالہ سیاح (فارسی۔ اردو۔ انگریزی) بدائع الآثار (فارسی) بہجۃ الصدور (فارسی) استدلالیات۔ حجج البہیہ (فارسی)

برہان لامع (انگریزی) دلائل العرفان (فارسی) احقاق حق (اردو) جواب لیکچر جناب میرزا غلام احمد قادیانی (اردو) التوضیح (اردو) المعیار الصحیح (اردو) حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات مع حضرت باب حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبد البہاء کے حالات۔ و تصویر عبد البہاء۔ مہدی و مسیح دو شخص ہیں۔ پیغمبری کی پہچان۔

کتاب ہذا کے اندرونی صفحے باہتمام قادر علی خانصاحب صوفی مفید عام اسٹیم پریس آگرہ میں چھپے

(صرف یہ ٹائٹل عزیزی پریس آگرہ میں چھاپا گیا)